ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

21 جولائی 2004ء — 3 جمادی الثانی 1425ھ

www.tanzeem.org

خطبہ قبل از ہجرت

''مجھ سے عہد کرو میری بات کے سننے کا اور خوشی اور غم دونوں حالتوں میں میری فرمانبرداری کا اور اس بات کا کہ حق کی مدد کے لئے تنگی اور فراخی ہر حال میں خرچ کرو گے اور اچھے اور برے کاموں میں میرے حکموں کی پیروی کرو گے اور حق بات کہنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرو گے اور ضرورت کے وقت میری مدد کرو گے جبکہ میں تمہارے پاس آؤں اور میری حفاظت اس طرح کرو گے جس طرح اپنی جانوں کی، اپنے بال بچوں کی اور اپنی بیویوں کی کرتے ہو''۔

رسول اللہ ﷺ کی شبانہ روز محنت اور جدوجہد سے اللہ تعالیٰ وہ دن بھی لے آیا جب لوگ اسلام میں بکثرت داخل ہونے لگے تو جس سال معراج کا واقعہ پیش آیا تقریباً ستر آدمی مقامِ عقبہ میں آپ کی زیارت کے لئے جمع ہوئے۔ آپؐ اپنے چچا عباسؓ کے ساتھ ان لوگوں سے آکر ملے، انہیں اسلام کی دعوت دی، قرآن کریم کی آیات پڑھ کر سنائیں۔

یہ لوگ مدینہ کے رہنے والے تھے، انہوں نے اسلام قبول کیا۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ ان سے بہتری کا ارادہ رکھتا ہے۔ آپؐ نے پوچھا: تم کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا: خزرج سے۔ انہوں نے درخواست کی کہ آپؐ ہمارے شہر کو اپنی اقامت کا شرف بخشیں۔ آپؐ نے رضامندی کا اظہار فرمایا، مگر آپؐ کے چچا عباسؓ نے ان لوگوں کو مخاطب کر کے کہا: یہ اپنے قبیلہ میں بہت عزت و حرمت والے ہیں، قریش کے رویہ سے دل برداشتہ ہو کر انہوں نے تمہارے شہر میں آنے پر رضامندی ظاہر کر دی ہے، آپ لوگ ان کی حفاظت میں کوئی کوتاہی تو نہ کریں گے؟ ایسا نہ ہو کہ جب یہ تمہارے شہر میں چلے جائیں تو کچھ لوگ لڑائی جھگڑے پر آمادہ ہو جائیں۔ کیا اس وقت بھی تم ان کی حمایت اور مدد کرو گے؟

براء بن معرورؓ نے کہا: ''اللہ کی قسم، جو ہماری زبان پر ہے وہی ہمارے دل میں بھی ہے، جس قسم کا عہد ہم سے لینا چاہیں لے لیں، ہم اسے پورا کریں گے''۔ تب رسول اللہ ﷺ نے یہ مختصر خطبہ ارشاد فرمایا۔ براء بن معرورؓ نے آپؐ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر ان تمام باتوں پر بیعت کی اور بڑے ادب سے یہ عرض کیا: جب اللہ آپؐ کو فتح و نصرت عطا فرمائیں، آپؐ کو دشمنوں پر غلبہ حاصل ہو تو اس وقت ایسا نہ ہو کہ آپؐ ہمیں اور ہمارے شہر کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ (براء کی یہ بات ان کی حد درجہ محبت اور وارفتگی پر دلالت کرتی ہے)۔ براء کی یہ بات سن کر جناب رسالت مآب ﷺ مسکرائے اور فرمایا: ''ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ انتم منی وانا منکم احارب ومن حاربتم، واسالم من سالمتم۔ (اب) تم مجھ سے ہو اور میں تم سے، جس سے تمہاری جنگ ہوگی، اس سے میں بھی جنگ کروں گا اور جس سے تمہاری صلح ہوگی، اس سے میں بھی صلح کروں گا۔

ماخذ: عیون الاثر. سیرة المصطفیٰؐ

تحریر: محمد ادریس کاندھلوی

اس شمارے میں

کشمیر کی بھی دیوار گرادو
ذوالقرنین کون تھا؟
صدر پرویز کا آذربائیجان کی پارلیمنٹ سے خطاب
تیار چھتوں کے مُوجد کی رحلت
امت محمدیہ کا المیہ
اسلام اور سیکولرازم
عالم اسلام کی ہفتہ وار ڈائری
کاروانِ خلافت منزل بہ منزل

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ آل عمران (آیات 64 تا 67)

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿قُلْ یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْٓ اِبْرٰھِیْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِیْلُ اِلَّا مِنْ بَعْدِہٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ ھٰٓاَنْتُمْ ھٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِیْمَا لَکُمْ بِہٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْمَا لَیْسَ لَکُمْ بِہٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ مَا کَانَ اِبْرٰھِیْمُ یَھُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰکِنْ کَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝﴾

''کہہ دو کہ اے اہلِ کتاب جو بات ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں (تسلیم کی گئی) ہے اُس کی طرف آؤ اور وہ یہ کہ اللہ کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا اپنا کارساز نہ سمجھے۔ اگر یہ لوگ (اس بات کو) نہ مانیں تو (اُن سے) کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم تو (اللہ کے) فرمانبردار ہیں۔ اے اہل کتاب تم ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو حالانکہ تورات اور انجیل اُن کے بعد اُتری ہیں (اور وہ پہلے ہو چکے) تو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟ دیکھو ایسی بات میں تو تم نے جھگڑا کیا ہی تھا جس کا تمہیں کچھ علم تھا بھی' مگر ایسی بات میں کیوں جھگڑتے ہو جس کا تم کو کچھ بھی علم نہیں؟ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ ابراہیم نہ تو یہودی تھے اور نہ عیسائی' بلکہ سب سے بے تعلق ہو کر ایک (اللہ) کے ہو رہے تھے اور اسی کے فرمانبردار تھے' اور مشرکوں میں نہ تھے۔''

اب تک بات نصاریٰ کے ساتھ تھی اور عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی' مگر اب یہود و نصاریٰ دونوں سے ہے۔ تو پیغمبر ﷺ کو ارشاد ہے کہ کہئے اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان بالکل برابر ہے یعنی متفق علیہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو اللہ کے ساتھ رب نہ بنا لے۔ یہ اس لئے کہا کہ نصاریٰ کے ہاں پوپ کو اختیار تھا کہ جس چیز کو چاہے حلال قرار دے اور جس چیز کو چاہے حرام ٹھہرا دے۔ تو کسی کو حلال یا حرام کا اختیار دینا ہی اُسے رب ماننا ہے۔ چنانچہ اس طرح انہوں نے پوپ کو رب مان رکھا تھا۔ مشہور واقعہ ہے کہ حاتم طائی کے بیٹے عدی بن حاتم ایمان لانے سے پہلے عیسائی تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ قرآن کہتا ہے کہ ہم نے اللہ کے سوا کسی اور کو رب بنا لیا ہے تو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کیونکہ ہم نے تو کسی اور کو رب نہیں بنایا تھا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ تمہارے پادری جس کو جائز کہہ دیں' وہ جائز ہو جاتا ہے اور جسے وہ حرام کہہ دیں' اُسے تم حرام مان لیتے ہو؟ تو عدی نے کہا ہاں ایسا تو ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہی تو کسی کو رب ماننا ہے' کیونکہ حلال و حرام کا حق تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

ہمارے ہاں جو ساری قانون سازی شریعت کے خلاف کی جا رہی ہے' یہ کیا ہے؟ خدائی اختیار اپنے ہاتھ میں لینا ہی تو ہے۔ اور اس کام کے لئے لوگ کروڑوں روپے خرچ کر کے قانون ساز اسمبلی میں پہنچنے کے لئے بے تاب ہیں۔ ہاں اگر اسمبلی میں قانون سازی کتاب و سنت کے دائرے میں ہو رہی ہے تو تعاون کرنا درست ہوگا اور اگر ایسا نہیں ہے تو یہ سراسر نافرمانی ہے۔ تو حق واضح ہو جانے کے بعد بھی اہل کتاب منہ موڑ لیں تو اے مسلمانو اُن سے کہہ دو کہ تم لوگ گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں۔ ہم نے تو اللہ کی اطاعت قبول کر لی ہے اور ہم اس پر قائم رہیں گے۔ اگر تمہیں یہ پسند نہیں تو تمہاری مرضی۔

اے اہل کتاب! تم ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں کیوں جھگڑا کرتے ہو؟ نہیں تو تم بھی مانتے ہو۔ یہ جو تورات ہے یہ تو ان کے بعد نازل ہوئی۔ اسی طرح انجیل بھی اُن کے بعد نازل ہوئی۔ گویا یہودیت اور نصرانیت تو اُن کے بعد کی پیداوار ہیں۔ تو پھر وہ کس طرح یہودی یا نصرانی ہوئے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ابراہیمؑ نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی' وہ تو مسلمان تھے اور اللہ ہی کے فرمانبردار۔ تو کیا تم ذرا بھی عقل سے کام نہیں لیتے؟

دیکھو اب تک تمہارے ساتھ جو بھی باتیں ہوئیں اور تم نے مباحثہ کیا یہ سب وہ چیزیں ہیں جن کے بارے میں تمہیں بھی کچھ علم ہے' لیکن اب تم ایسی باتوں کے بارے میں حجت بازی کیوں کرتے ہو جن کے بارے میں تمہارے پاس نہ کوئی دلیل اور بنیاد ہے اور نہ ہی کوئی علم؟ تو اب بتاؤ ابراہیم علیہ السلام کو کیا قرار دو گے' یہودی یا نصرانی؟ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ سن لو ابراہیمؑ نہ یہودی تھے' نہ نصرانی' وہ تو اللہ کے فرمانبردار تھے بالکل یکسو ہو کر اور وہ مشرکوں میں سے ہرگز نہ تھے۔ عربوں کے تینوں طبقات یہودی نصرانی اور بت پرست اپنے آپ کو ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ منسوب کرتے تھے۔ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہونے کے ناطے ابراہیم علیہ السلام اُن کے جد امجد تھے۔ تو صحیح بات یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی تھے' نہ نصرانی' اور وہ مشرکوں میں سے بھی نہ تھے۔

چوہدری رحمت اللہ بٹر

فرمانِ نبویؐ

بچپن اور نماز

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ((مُرُوْا اَوْلَادَکُمْ بِالصَّلٰوۃِ وَھُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِیْنَ وَاضْرِبُوْھُمْ عَلَیْھَا وَھُمْ اَبْنَآءُ عَشْرِ سِنِیْنَ وَفَرِّقُوْا بَیْنَھُمْ فِی الْمَضَاجِعِ)) (ابوداؤد' مسند احمد)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنی اولاد کو (چاہے وہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں) نماز ادا کرنے کا حکم دو' جبکہ وہ سات برس کے ہوں' اور دس برس کی عمر میں نماز ادا نہ کرنے پر ان کی پٹائی کرو۔ اور تم ان کے بستر الگ کر دو۔''

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد	15 تا 21 جولائی 2004ء	شمارہ
13	26 جمادی الاول تا 3 جمادی الثانی 1425ھ	28

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر انتظامی: سید قاسم محمود

مجلس ادارت

ڈاکٹر عبدالخالق۔ مرزا ایوب بیگ
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

○

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

○

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ لاہور
فون: 6316638-6366638 فیکس: 6305110
E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ: 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)

☆.☆.☆

''ادارہ'' کا مضمون نگار کی رائے سے
متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

کشمیر کی بھی دیوار گرادو

عالمی عدالت انصاف نے فلسطین میں مغربی کنارے میں اسرائیل کی طرف سے تعمیر کی جانے والی دیوار کو غیر قانونی قرار دیتے ہوئے اپنے فیصلے میں کہا ہے کہ دیوار کی تعمیر عالمی قوانین سے متصادم ہے اور اسرائیل کو جو کہ ایک قابض و قاہر قوت ہے' اُسے اس کی تعمیر فوراً روک دینی چاہئے۔ تاہم افسوس ناک بات یہ ہے کہ عالمی عدالت انصاف نے اسرائیل کو اس فیصلے پر عملدرآمد کا پابند نہیں بنایا۔ تعمیل کی عدم پابندی کو آڑ بنا کر اسرائیلی حکومت کا کہنا ہے کہ وہ اسے نظر انداز کر کے دیوار کی تعمیر جاری رکھیں گے۔ 700 کلومیٹر پر پھیلی ہوئی یہ دیوار بجلی کے تاروں' نوکیلی تاروں اور کنکریٹ کا مجموعہ ہے' جو مغربی کنارے میں واقع یہودی آبادی کاروں کی بستیوں کو فلسطینی علاقوں سے الگ کرتی اور فلسطینیوں کو یرغمال بنانے کا کام بھی دیتی ہے۔ دنیا میں ایک اور ملک بھارت کے سوا' دنیا کے کسی مقبوضہ اور متنازعہ علاقے میں اس قسم کی دیوار بنانے کا تصور تک نہیں ہے۔ بیرونی مداخلت کاری اور خود حفاظتی کے بہانے از خود دیواریں تعمیر کرنا دھونس' دھاندلی اور اندھی طاقت کا بے دریغ استعمال ہے۔ اسرائیل یہ سب کچھ امریکا کی شہ پر اور اُس کی سرپرستی میں کر رہا ہے۔ وہ مغربی کنارے کے فلسطینیوں پر عرصہ حیات تنگ کر رہا ہے۔

فلسطینیوں نے عالمی عدالتِ انصاف کے فیصلے کا خیر مقدم کیا ہے۔ وزیر اعظم احمد قریع' یاسر عرفات' اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری کوفی عنان' یورپی یونین اور عرب لیگ نے مطالبہ کیا ہے کہ اسرائیل عدالتی فیصلے کو تسلیم کرتے ہوئے دیوار گرادے۔ دوسری طرف اسرائیل کی ضد اور ہٹ دھرمی کا یہ عالم ہے کہ اسرائیل کے وزیر اعظم شیرون نے فرعونیت کے ساتھ اعلان کیا ہے کہ عالمی عدالت انصاف کو تاریخ کی ردّی کی ٹوکری میں پھینک دیا جائے گا۔ اُس نے حکم جاری کیا ہے کہ دیوار کی تعمیر جاری رکھی جائے' اگر دیوار گرانے کا مسئلہ سلامتی کونسل میں پیش کیا جائے تو امریکا کو چاہئے کہ ویٹو کردے۔

عالمی عدالت کا فیصلہ سنتے ہی کشمیریوں کو' اور اُن کے ساتھ ساتھ پاکستانیوں کو وہ دیوار بہت یاد آئی جو بھارت نے اسرائیل کی پیروی کرتے ہوئے (بلکہ اسرائیل کے ماہرین عسکریات کے تعاون سے) مقبوضہ کشمیر و جموں میں باڑ لگانے کی مہم شروع کردی تھی جسے کسی قسم کی قانونی حیثیت حاصل نہیں ہے۔ پاکستان نے اس کے خلاف جو نحیف سی آواز اٹھائی تھی۔ اُسے بھارت نے درخورِ اعتنا نہیں سمجھا' بلکہ اپنے منصوبے میں توسیع کرتے ہوئے (سابق مشرقی پاکستان) کی سرحد پر بھی باڑ لگانی شروع کردی ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ نئی کانگریسی حکومت نے دونوں ملکوں کی سرحدوں پر باڑ لگانے کے منصوبے کے لئے سالِ رواں کے بجٹ میں 201.68 سے بڑھا کر 441.08 کروڑ روپے مختص کئے ہیں' اور یہ بھی بعید از امکان نہیں کہ اسرائیل کی تقلید کرتے ہوئے بھارت بھی باڑ لگانے کے بعد دیوار بنانے کا کام شروع نہ کردے۔ قابض علاقوں میں باڑ لگانا اور دیوار تعمیر کرنا ان علاقوں کو مستقل ہڑپ کرنے کی تدبیر ہے۔

لیکن فلسطینیوں اور کشمیریوں میں ایک فرق ہے۔ فلسطینیوں میں جو نظریاتی اور عملی اتحاد ہے وہ کشمیریوں میں نظر نہیں آتا۔ کشمیری بے شک گزشتہ دس گیارہ سال سے بے پناہ جانی و مالی قربانیاں دے رہے ہیں' لیکن اُن کی اجتماعی تنظیم میں اب تک اتحاد اور ڈسپلن کی کمی صاف نظر آتی ہے۔ کُل جماعتی حریت کانفرنس میں جو افتراق دو سال پہلے پیدا ہوا تھا' اُسے سات جولائی کو چیئرمین مولانا عباس انصاری نے اپنا استعفیٰ پیش کر کے اتحاد کی طرف لانے کی سبیل پیدا کی تھی۔ حریت کانفرنس کے سابق چیئرمین پروفیسر عبدالغنی بھٹ نے اس کا خیر مقدم کیا۔ لیکن کانفرنس کے دوسرے دھڑے کے چیئرمین سید علی گیلانی نے شرح صدر سے قبول نہیں کیا۔ دوسری طرف بھارت نے یہ الزام لگایا ہے کہ پاکستان نے جموں و کشمیر کے 78 ہزار مربع کلومیٹر رقبے پر غیر قانونی قبضہ کر رکھا ہے اور 5180 مربع کلومیٹر بھارتی زمین چین کے حوالے کر رکھی ہے۔ کشمیر بھارت کا اٹوٹ انگ ہے۔ پاکستان اب تک ہمیشہ کشمیر کے تنازعے پر اقوام متحدہ کے منظور کردہ قراردادوں پر بھروسہ کرتا رہا ہے' اب صدر پرویز مشرف کی حکومت نے لچک کی خبریں دینی شروع کردی ہیں اور کہا ہے کہ تنازعہ کشمیر کے حل کے لئے کئی تجاویز زیر غور ہیں۔ اور تو اور' کشمیر کے مجاہد اوّل اور آزاد کشمیر کے سابق صدر سردار عبدالقیوم خان نے بھی صدر پرویز مشرف کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا ہے: ''تنازعہ کشمیر کے حل کے لئے اقوام متحدہ کی قراردادیں ضروری نہیں۔ کشمیری مرتے رہیں اور ہم قراردادوں پر ڈٹے رہیں یہ کوئی عقل مندی نہیں''۔

اسلام کے رشتے سے فلسطینیوں اور کشمیریوں کو یہود و ہنود کی چیرہ دستیوں سے نجات دلانے کی جنگِ آزادی میں اہل پاکستان پر دوہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اہل پاکستان اپنے جذبات کے اظہار کے لئے (فی الحال) اپنی حکومت کی طرف دیکھنے پر مجبور ہیں۔ حکومتِ پاکستان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ فلسطینیوں اور کشمیروں کے انسانی حقوق کی پاسداری کرتے ہوئے' جو اقوام عالم نے بار بار تسلیم کئے ہیں' عالمی عدالت انصاف کے فیصلے پر عملدرآمد اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل سے بھی کرائے۔ فلسطین کی دیوار منہدم کرانے کے علاوہ مقبوضہ کشمیر کی خاردار دیوار بھی گرانے کے لئے حتی الوسع عملی اقدامات کرنا ہماری حکومت کا قومی و ملی فریضہ ہے۔ مستقبل قریب میں ہونے والے پاک بھارت مذاکرات میں اس مسئلے کو پوری طاقت سے اٹھانا ضروری ہے۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ پاکستان کے استحکام اور قوت و طاقت کا انحصار صرف اور صرف اسلام کے ساتھ وابستہ ہے۔ اگر اس ملک میں اسلام کی جڑوں کو مضبوط کرنے اور ''اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے'' کے مصداق سب سے پہلے اسلام کے اصول کو اجاگر کرنے کی جانب توجہ نہ دی گئی تو بھارت کے سامنے خم ٹھوک کر بات کرنے کی بجائے ہم بدستور بھیگی بلی بنے رہیں گے اور ذلت و رسوائی ہمارا مقدر ثابت ہوگی۔

(ادارہ)

انڈونیشیا کے غیر نتیجہ خیز انتخابات

توقع کے مطابق 5 جولائی کو انڈونیشیا کے صدارتی انتخابات میں کوئی بھی امیدوار 50 فیصد ووٹ حاصل کر کے نیا صدر نہ بن سکا۔ انتخابات میں دو امیدواروں سابق جرنیل سوسیلو بمبانگ یودھویونو اور موجودہ صدر میگاوتی سوئیکارنو پتری نے سب سے زیادہ ووٹ حاصل کیے یعنی بالترتیب 34 فیصد اور 27 فیصد۔ تیسرے نمبر پر جنرل ورانتو رہے جنہوں نے 22 فیصد ووٹ حاصل کیے۔ اب ستمبر میں دوبارہ ووٹنگ ہوگی اور ان انتخابات میں میگاوتی اور یودھویونو کے درمیان مقابلہ ہوگا۔

آبادی کے لحاظ سے دنیا کے سب سے بڑے اسلامی ملک کی تاریخ میں یہ پہلے براہ راست صدارتی انتخابات تھے۔ اس سلسلے میں ملک کے چودہ ہزار جزائر میں پانچ لاکھ ستر ہزار پولنگ اسٹیشن قائم کیے گئے اور تیرہ کروڑ انڈونیشی باشندوں نے اپنا حق رائے دہی استعمال کیا۔

عالمی عدالتِ انصاف کا اعلانِ حق

اسرائیل آج کل فلسطین کے علاقے مغربی کنارے میں آباد یہودی بستیوں کے اردگرد ایک دیوار تعمیر کر رہا ہے' جسے فلسطینی مشرقِ وسطیٰ کی دیوار برلن قرار دیتے ہیں۔ یہ دیوار 600 کلومیٹر لمبی ہوگی اور تقریباً 160 کلومیٹر پر دیوار تعمیر بھی ہو چکی ہے۔ فلسطینیوں کے نزدیک بجا طور پر یہ دیوار غیر قانونی ہے۔ کیونکہ یہ اس علاقے میں واقع ہے جسے ایک نہ ایک دن فلسطینی ریاست میں شامل ہونا ہے۔

پچھلے برس دسمبر میں فلسطینی اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں یہ درخواست لے کر گئے کہ اس دیوار کو ڈھایا جائے۔ جنرل اسمبلی نے اقوام متحدہ کی اعلیٰ ترین عدالت' عالمی عدالت انصاف سے رائے مانگی۔ اب نو جولائی کو تاریخ ساز فیصلے کے ذریعے عدالت نے اس دیوار کو غیر قانونی قرار دے کر اسے ڈھانے کی سفارش کی ہے۔

بدقسمتی سے یہ فیصلہ اسرائیل کو پابند نہیں کرتا' اس کے باوجود یہ فلسطینیوں کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے کیونکہ اس کے ذریعے ثابت ہو گیا کہ دنیا کے ممالک کی اکثریت حق کی دوست اور ظلم کی مخالف ہے۔ فلسطینی اتھارٹی کے صدر یاسر عرفات نے فیصلہ سن کر کہا ''یہ دیوار کبھی ہم پر مسلط نہیں کی جا سکتی اور ایک دن ضرور ڈھائی جائے گی۔'' اس فیصلے سے یقیناً مسلم خصوصاً عرب دنیا میں امریکا کی حیثیت متاثر ہوگی' جس سے پہلے ہی مسلمانوں کی اکثریت نفرت کرتی ہے۔ پھر یہ حقیقت بھی سب کے سامنے ہے کہ عالمی عدالت انصاف کے پندرہ ججوں میں سے صرف امریکی جج نے فیصلے کی مخالفت کی۔ ظاہر ہے اس وقت وہ ایک عالمی عدالت کا جج نہیں بلکہ امریکی حکومت کا کارندہ ہے۔

اسرائیل نے فوراً اس فیصلے کو مسترد کر دیا۔ اسرائیلی حکومت کے ترجمان نے اسے تاریخ کا کوڑا دان' قرار دیا۔ یاد رہے اسرائیلیوں کا کہنا ہے کہ یہ دیوار اس لئے تعمیر کی جا رہی ہے تاکہ فلسطینی مجاہدان علاقوں سے اسرائیل میں داخل ہو کر بم دھماکے نہ کر سکیں۔

اسرائیلی وزیر انصاف' نے صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا ''ہمیں پہلے ہی سے علم تھا کہ فیصلہ ہمارے خلاف ہوگا' کیونکہ عدالت میں یورپی یونین کے ممالک سے تعلق رکھنے والے ججوں کی اکثریت ہے جو اسرائیل کی سلامتی کے سلسلے میں زیادہ فکرمند نہیں'۔ واضح رہے کہ امریکا کے مقابلے میں یورپی یونین فلسطینیوں کی زیادہ طرف داری کرتی ہے۔ وہی فلسطینی اتھارٹی کے بجٹ میں سب سے زیادہ رقم دیتی ہے۔

فلسطینی اس متنازعہ دیوار کے مخالف اس لئے بھی ہیں کہ اس کی تیاری کے دوران کئی فلسطینی اپنے گھروں' کھیتوں اور زمین سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ اور اسرائیلی حکومت نے انہیں کسی قسم کا معاوضہ ادا نہیں کیا۔ پھر سانپ کی طرح بل کھاتی اس دیوار کے باعث ہزاروں فلسطینی اسکولوں' مارکیٹوں' سرکاری دفاتر اور مغربی کنارے کے شہروں سے کٹ کر رہ گئے ہیں۔

فیصلے کا اعلان کرتے ہوئے عدالت کے سربراہ چینی جج' شی جیو یونگ نے کہا ''یہ دیوار بین الاقوامی انسانی حقوق کی خلاف ورزی اور مقبوضہ علاقے پر حقیقی قبضے کے مترادف ہے۔ اسرائیل درحقیقت فلسطینی علاقوں پر قابض ہے اور وہ اسرائیل کی ریاستی حدود میں نہیں آتے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اسرائیل فوراً دیوار گرا دے اور عالمی قوانین کی پاسداری کرے۔ اسرائیلی حکومت اپنے شہریوں کی سلامتی کے لئے ٹھوس اقدامات کرے' مگر وہ بین الاقوامی قانون نہیں توڑ سکتی۔

عالمی عدالت کے اس فیصلے سے گو اسرائیلی حکومت پریشان ضرور ہے کیونکہ اسے علم ہے کہ فلسطینی جنرل اسمبلی میں حمایت حاصل کر لیں گے اور معاملہ سیکورٹی کونسل میں ضرور جائے گا۔ سب سے بڑا مسئلہ تو یہی ہے کہ وہاں اس کا مربی اعظم' امریکا بیٹھا ہے۔ اگر پندرہ ممالک کی اکثریت نے یہ فیصلہ کر بھی لیا کہ اسرائیل کو دیوار گرانے کا حکم دیا جائے تو صاحب بہادر اس فیصلے کو ویٹو کر دیں گے۔ کر لو جو کرنا ہے!

ہڑتالوں کا شکار ملک...... بنگلہ دیش

لگتا ہے بنگلہ دیشی' ہڑتالوں کے بہت شوقین ہیں۔ جب یہ علاقہ مشرقی پاکستان تھا' تب بھی سیاست دانوں کے معمولی سے اشارے پر بنگالی بڑی زبردست اور پُرتشدد ہڑتالیں کرتے تھے۔ بلکہ مجیب الرحمٰن نے تو ان ہڑتالوں کے ذریعہ اپنی جماعت کو مقبول بنا دیا۔ جب بنگلہ دیش کا قیام عمل میں آیا' تو ان ہڑتالوں نے کسی حکومت کی جان نہیں چھوڑی اور آئے دن اسے ستاتی رہیں۔

اب موجودہ حکومت نے فیصلہ کر لیا ہے کہ قانون سازی کے ذریعہ ہڑتالوں پر پابندی لگا دی جائے تاکہ معیشت کو تباہی سے بچایا جا سکے۔ اس سلسلے میں حکومت سیاسی جماعتوں سے گفت وشنید کر رہی ہے۔ یاد رہے کہ اس برس جنوری سے لے کر اب تک سیاسی جماعتوں نے بیسیوں ہڑتالیں کروائی ہیں جن میں ستر سے زائد لوگ مارے گئے اور کئی زخمی ہوئے۔

بنگلہ دیش کے ایوانِ صنعت وحرفت کے سربراہ نے اس سرکاری فیصلے کا خیر مقدم کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے ''ہر ہڑتال کے باعث اس ترقی پذیر ملک میں کاروبارِ زندگی معطل ہو کر رہ جاتا ہے اور کوئی بھی ذی شعور شہری یہ صورت حال برداشت نہیں کر سکتا۔

اگر بنگلہ دیشی پارلیمان سے دو تہائی اکثریت کے ساتھ مجوزہ قانون منظور کر لیا تو یہ آئین میں پندرہویں ترمیم ہوگی۔ اسی قانون کے ذریعہ وہ ارکان پارلیمان بھی اپنی نشست کھو بیٹھیں گے جو تیس دن سے زیادہ عرصہ احتجاج کے طور پر پارلیمان میں نہیں آئیں گے۔

سعودی عرب میں بلدیاتی انتخابات

سعودی عرب کے وزیر بلدیات' شہزادہ معتٰی بن عبدالعزیز نے اعلان کیا ہے کہ اس برس کے آخر میں سلطنت میں بلدیاتی انتخابات ہوں گے۔ یاد رہے کہ یہ کئی عشروں بعد منعقد ہوں گے۔ اس سلسلے میں ضروری اقدامات کیے جا رہے ہیں اور انتخابی عمل کا ایجنڈا تیار ہو رہا ہے۔ یہ انتخابات 178 میونسپل کونسلوں کے لئے ہوں گے۔ یہ سلطنت کے تمام شہری علاقوں میں پھیلی ہوئی ہیں اور ان کے دائرہ کار میں تمام شہر اور دیہات آتے ہیں۔

منبر و محراب

سورۂ کہف کے گیارہویں رکوع کا اُردو ترجمہ: ''اور اے محمدؐ! یہ لوگ تم سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ ان سے کہو میں اس کا کچھ حال تم کو سناتا ہوں (83) ہم نے اس کو زمین میں اقتدار عطا کر رکھا تھا اور اسے ہر قسم کے اسباب و وسائل بخشے تھے (84) اُس نے (پہلے مغرب کی طرف ایک مہم کا) سر و سامان کیا (85) حتیٰ کہ جب وہ غروبِ آفتاب کی حد تک پہنچ گیا تو اُس نے سورج کو ایک کالے پانی میں ڈوبتے دیکھا' اور وہاں اُسے ایک قوم ملی۔ ہم نے کہا: ''اے ذوالقرنین' تجھے یہ مقدرت بھی حاصل ہے کہ ان کو تکلیف پہنچائے' اور یہ بھی کہ ان کے ساتھ نیک رویہ اختیار کرے'' (86) اُس نے کہا: ''ان میں سے جو ظلم کرے گا' ہم اُس کو سزا دیں گے۔ پھر وہ اپنے ربّ کی طرف پلٹایا جائے گا' اور وہ اسے اور زیادہ سخت عذاب دے گا (87) اور جو اِن میں ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا' اُس کے لئے اچھی جزا ہے اور ہم اُس کو نرم احکام دیں گے (88) پھر اُس نے ایک (دوسری مہم کی) تیاری کی (89) یہاں تک کہ طلوعِ آفتاب کی حد تک جا پہنچا۔ وہاں اُس نے دیکھا کہ سورج ایک ایسی قوم پر طلوع ہو رہا ہے جس کے لئے دھوپ سے بچنے کا کوئی سامان ہم نے نہیں کیا ہے (90) یہ حال تھا اُن کا۔ اور ذوالقرنین کے پاس جو کچھ تھا' اُسے ہم جانتے تھے (91) پھر اُس نے (ایک تیسری مہم کا) سامان کیا (92) یہاں تک کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو اُسے اُن کے پاس ایک قوم ملی جو مشکل ہی سے کوئی بات سمجھتی تھی (93) اُن لوگوں نے کہا: ''اے ذوالقرنین' اس سرزمین میں یاجوج اور ماجوج فساد پھیلاتے ہیں۔ تو کیا ہم تجھے کوئی ٹیکس اس کام کے لئے دیں کہ تو ہمارے اور اُن کے درمیان ایک بند تعمیر کر دے؟'' (94) اُس نے کہا: ''جو کچھ میرے ربّ نے مجھے دے رکھا ہے' وہ بہت ہے۔ تم بس محنت سے میری مدد کرو۔ میں تمہارے اور اُن کے درمیان بند بنا دیتا ہوں (95) مجھے لوہے کی چادریں لا کر دو''۔ آخر جب دونوں پہاڑوں کے درمیانی خلا کو اُس نے پاٹ دیا تو لوگوں سے کہا اب آگ دہکاؤ۔ حتیٰ کہ جب یہ (آہنی دیوار) بالکل آگ کی طرح سرخ ہو گئی تو اُس نے کہا: ''لاؤ' اب میں اس پر پگھلا ہوا تانبا انڈیلوں گا'' (96) یہ بند ایسا تھا کہ یاجوج و ماجوج اس پر چڑھ کر بھی نہ آ سکتے تھے اور اس میں نقب لگانا ان کے لئے اور بھی مشکل تھا (97) ذوالقرنین نے کہا: ''یہ میرے ربّ کی رحمت ہے' مگر جب میرے ربّ کے وعدے کا وقت آئے گا تو وہ اس کو پیوندِ خاک کر دے گا' اور میرے ربّ کا وعدہ برحق ہے''۔

ذوالقرنین کون تھا؟

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب کے 2 جولائی 2004ء بمطابق 13 جمادی الاولیٰ کے خطاب جمعہ کی تلخیص

سورۃ بنی اسرائیل اور سورۂ کہف کا تعارف پیش کرتے ہوئے آغاز میں عرض کیا گیا تھا کہ مشرکینِ مکہ نے رسول کریمﷺ کا امتحان لینے کی غرض سے یہود کے مشورے سے تین سوال آپؐ کے سامنے پیش کئے تھے۔ روح کی حقیقت کیا ہے؟ اصحابِ کہف کون تھے؟ اور ذوالقرنین کا کیا قصہ ہے؟ یہ گویا امتحان تھا کہ اگر آپؐ واقعی نبی ہیں اور آپ کو آسمانی ہدایت وحی کے ذریعے ملتی ہے' تب تو آپ جواب دے سکتے ہیں' ورنہ کوئی امکان نہیں ہے۔ یہ جو تین سوال تھے' اِن میں سے دو کا تعلق یہود و نصاریٰ کی اپنی تاریخ سے تو تھا' لیکن حجاز و عرب سے اِن کا کوئی تعلق نہ تھا' اس لئے بظاہر یہ امتحانی سوال بہت سخت تھے۔

اہلِ ایمان کی دو صورتیں

ان میں سے پہلے سوال کا ذکر سورۃ بنی اسرائیل میں ہے' جبکہ دیگر دو سوالات کا تفصیلی جواب سورۃ کہف میں دیا گیا ہے۔ سورۃ کہف میں مجموعی طور پر چار قصے بیان ہوئے ہیں۔ یہ بات ایک سے زائد بار عرض کی جا چکی ہے ...و حکمت کا سبق دینے کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔ ...ں جو ذوالقرنین کا ذکر آیا تو وہ اپنے حالات کے اعتبار اصحابِ کہف کی بالکل ضد تھا۔ اہل ایمان کی زیادہ سے زیادہ دو انتہائی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ (اصحاب کہف کی طرح) بالکل بے بس اور لاچار ہوں۔ نہ وسائل و اسباب ہوں' نہ اقتدار و اختیار' نہ غلبہ و قوت' اور اُن کے کافر دشمن مقتدر ہوں' تمام وسائل ان کے ہاتھ میں ہوں۔ ظالم و جابر بادشاہ حکمران ہو' وہ سیاہ و سفید کا مالک ہو۔ اور چند نوجوان' جن پر حقیقتِ توحید منکشف ہو چکی ہے' وہ لاچار و بے بس ہوتے ہوئے بھی بغاوت کر دیتے ہیں۔ دوسری انتہائی صورت یہ ہے کہ اللہ واحد پر ایمان ہو' راہِ ہدایت بھی دیکھی ہو' غلبہ و اقتدار بھی ہو' تمام وسائل و ذرائع پر اختیار ہو' بڑا لاؤ لشکر ہو' وہ (ذوالقرنین کی طرح) وقت کا عظیم فاتح ہو' سیاہ و سفید کا مالک ہو' پھر وہ اس پر ایمان رکھتا ہو کہ یہ سب کچھ میرے رب کی رحمت ہے' اور میرے رب کا وعدہ برحق ہے''۔

ذوالقرنین کون تھا؟

اُس کا نام کیا تھا' وہ کس دور سے تعلق رکھتا تھا؟ قرآن میں اس کی وضاحت نہیں ہے۔ ایک بات طے ہے کہ بنی اسرائیل اُس سے واقف تھے۔ اُن کے پاس توریت تھی' جس کے اندر تاریخی تسلسل کے ساتھ انبیائے کرام کی پوری تاریخ اور داستانیں رقم ہوئی ہیں۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت موسیٰؑ تک' اور اُن کے بعد بھی بنی اسرائیل میں آنے والے انبیاء اور اُن کے صحائف کے تذکرے توریت میں موجود ہیں۔ مکّے کے علمائے یہود ذوالقرنین سے اچھی طرح واقف تھے۔ اہلِ مکہ واقف نہیں تھے' اسی لئے یہود کی ترغیب پر مشرکین مکہ نے نبی اُمّیؐ سے بطور امتحان طنزاً پوچھا: ''کیا آپ بتا سکتے ہیں' ذوالقرنین کون تھا؟''

یہ مسئلہ قدیم زمانے سے اب تک تحقیق طلب رہا ہے کہ وہ کون تھا۔ ہماری پرانی تفاسیر کی کتابوں میں اکثر اسے سکندر مقدونی بتایا گیا ہے' لیکن مولانا ابوالکلام آزاد کی خصوصی تحقیق اور مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کی تحقیقی تالیف ''قصص القرآن'' کی اشاعت کے بعد یہ امر طے شدہ ہے کہ وہ سکندر نہیں تھا' بلکہ آیاتِ قرآنی کے اشاروں اور جدید زمانے کی تحقیق اور اثریاتی معلومات کی بناء پر اب مفسرین کا رجحان زیادہ تر ایران کے عظیم فرماں روا سائرس (ارش یا خورس) کی طرف ہے' اور یہ زیادہ قرین قیاس ہے۔

اس رکوع میں اس شخص کے جو اوصاف بیان ہوئے ہیں' اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ذی اقتدار تھا' فاتح تھا' صاحب ایمان تھا' اللہ پر توکل رکھتا تھا' نیک سیرت اور عادل و منصف تھا۔ ''ذوالقرنین'' اُس کا لقب تھا جس کے معنی ہیں ''دو سینگوں والا''۔ یہ لقب اس اعتبار سے بڑا معنی خیز ہے کہ اُس وقت سلطنت فارس دو حصوں میں بٹی ہوئی تھی'

فارس اور میڈیا۔ یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ اُس وقت دنیا میں دو سپر طاقتیں تھیں' ایک سلطنتِ فارس اور دوسری سلطنتِ روما۔ سلطنتِ فارس کا بانی یہی ذوالقرنین تھا جس نے فارس اور میڈیا کو ایک متحدہ سلطنت کی شکل دی۔ اور اس کی علامت کے طور پر اس نے اپنے لئے دو سینگوں والا تاج بنوایا تھا۔

ایرانِ قدیم کے بارے میں عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ وہاں مجوسیت تھی۔ لوگ آتش پرست تھے۔ توحید کی بجائے ثنویت پر عقیدہ تھا' یعنی وہ دو خداؤں پر ایمان رکھتے تھے' ایک اہرمن' دوسرے یزداں۔ ایک خیر کا خدا' ایک شر کا خدا۔ لیکن یہ شخص ذوالقرنین موحد نظر آ رہا ہے' اللہ واحد کو ماننے والا۔ اُسی دور میں یعنی حضرت عیسیٰؑ کی آمد سے تقریباً ساڑھے چھ سو سال قبل بخت نصر نے فلسطین پر حملہ کیا تھا۔ لاکھوں یہودیوں کو قتل کیا اور لاکھوں کو قیدی بنا کر اپنے دارالحکومت بابل لے گیا۔ ظاہر ہے کہ بخت نصر کا حملہ اُس وقت کی مسلمان اُمت پر اللہ کے عذاب کا مظہر تھا۔ عمل کا انحطاط' اخلاق کا زوال' منافقت' اللہ کے دین کا استہزاء' شریعت کا مذاق۔ جو کھیل شریعت اور دین کے ساتھ آج کھیلا جا رہا ہے' وہی اُس دور میں بھی کھیلا جا رہا تھا۔

بنی اسرائیل کے انبیاء انہیں ڈراتے رہے' تنبیہ کرتے رہے' لیکن جب اللہ کا عذاب آیا اور بخت نصر نے انہیں قیدی بنایا تو قیدیوں میں بنی اسرائیل کے انبیاء بھی تھے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اُسی دور میں ایران کی ایک عظیم شخصیت زرتشت تھے۔ انہوں نے بھی توحیدِ الٰہی کی تعلیم دی۔ ''اوستا'' کے نام سے اُن کا ایک صحیفہ تھا۔ یہ شخص ذوالقرنین (سائرس) جس کا یہاں ذکر ہو رہا ہے' زرتشت کی تعلیمات کے زیر اثر تھا۔ ایرانی فرمانروا ذوالقرنین نے جب طاقت پکڑنے پر بابل (عراق) پر حملہ کیا تو اُس وقت وہاں بخت نصر کا بیٹا حکمران تھا۔ ذوالقرنین نے عراق فتح کرنے کے بعد لاکھوں یہودی اسیرانِ جنگ کو رہائی دلائی اور انہیں دوبارہ ارضِ فلسطین میں لا کر آباد کیا۔ یہاں واپس آ کر انہوں نے دوبارہ ہیکلِ سلیمانی کی تعمیر کی۔ ذوالقرنین گویا بنی اسرائیل کے نجات دہندہ تھے۔ توریت میں انبیائے بنی اسرائیل کے جن ''مکاشفات'' کا ذکر ہے' اُن میں ایک مینڈھے کا ذکر ملتا ہے جو بنی اسرائیل کا نجات دہندہ بنے گا۔ دو سینگوں والا مینڈھا۔ بعد میں بنی اسرائیل کو محسوس ہوا کہ اصل میں یہ نجات دہندہ ذوالقرنین تھے' اور چونکہ انہوں نے فارس اور میڈیا کو ایک سلطنت میں متحد کیا تھا' تو علامتی طور پر اُن کے تاج میں بھی دو سینگ تھے۔ اصطخر کے مقام پر ذوالقرنین کا جو مجسمہ دریافت ہوا ہے' اُس میں بھی دو سینگوں والے شخص کی شبیہ ہے۔ اس مجسمے کے سر پر عقاب کی مورت ہے۔ رضا شاہ پہلوی نے ستر کی دہائی میں ایرانی شہنشاہیت کا ڈھائی ہزار سالہ جشن منایا تھا' جس کا بانی مبانی یہی شخص ذوالقرنین تھا۔

ذوالقرنین کی تین مہمات

اس رکوع میں ذوالقرنین کی تین مہمات کا ذکر ہے' اور تواریخ کی کتابوں میں سائرس اعظم کی بھی تین مہمات کا ذکر ہے۔ اس مطابقت سے بھی اس خیال کو تقویت پہنچتی ہے کہ قرآن مجید میں جس شخص کا لقب ''ذوالقرنین'' بیان کیا گیا ہے' وہ متحدہ سلطنت فارس کا بانی سائرس ہی تھا۔ اُس کی تین مہمات کی تفصیل جاننے والے ایک بار پھر اس رکوع کی تلاوت کیجئے اور پھر ترجمے سے رجوع کیجئے۔

پہلی مہم کا ذکر آیات 85 تا 88 میں ہے۔ اس پہلی مہم میں ذوالقرنین مغرب کی جانب ملک پر ملک فتح کرتا ہوا خشکی کے آخری سرے تک پہنچ گیا جس کے آگے سمندر تھا۔ وہاں غروبِ آفتاب کے وقت ایسا محسوس ہوتا تھا کہ سورج سمندر کے سیاہی مائل گدلے پانی میں ڈوب رہا ہے۔ تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ علاقہ ایشیائے کوچک تھا' جس میں ترکی بھی شامل ہے۔ ذوالقرنین بحیرۂ اسود تک پہنچا جہاں چھوٹے چھوٹے جزیرے بھی ہیں' اور دلدلی ساحل ہے' آپ شام کو غروبِ آفتاب کے وقت ساحل پر کھڑے ہو کر مشاہدہ کریں تو ایسا لگتا ہے' جیسے سورج گدلے پانی میں اُتر رہا ہے۔

دوسری مہم کا ذکر تین آیات 89,90 اور 91 میں آیا ہے۔ انتہائی اختصار کے ساتھ ذکر ہے کہ وہ ممالک فتح کرتا ہوا مشرق کی جانب ایسے علاقے تک پہنچ گیا جہاں مہذب دنیا کی سرحد ختم ہو گئی تھی اور آگے ایسے وحشی قبائل کا علاقہ تھا جو عمارتیں بنانا تو ایک طرف' خیمے بنانا تک نہ جانتی تھیں۔ یہ خانہ بدوش قبائل تھے۔ یہ ایران کا مشرقی علاقہ مکران بھی ہو سکتا ہے جسے سائرس نے فتح کیا تھا اور اب وہ پاکستان کا حصہ ہے۔

تیسری مہم کا تذکرہ آیات 92 تا 97 میں ہے۔ یہ مہم شمال کی جانب تھی۔ ان آیات میں جن دو پہاڑوں کا ذکر ہے' اُن سے مراد کاکیشیا (قفقاز) کے وہ پہاڑی سلسلے ہیں جو بحیرۂ کیسپئن اور بحر اسود کے درمیان واقع ہیں۔ ان دو پہاڑوں کے درمیان وحشی قبائل آباد تھے جن کی زبان ذوالقرنین اور اُس کے ساتھیوں کے لئے بالکل اجنبی تھی۔ نہ کوئی اُن کی زبان سے واقف تھا اور نہ وہ کسی غیر زبان سے واقف تھے۔ ان لوگوں نے فاتح ذوالقرنین سے شکایت کی کہ اس سرزمین میں یاجوج اور ماجوج فساد پھیلاتے ہیں۔ یاجوج ماجوج سے مراد ایشیا کے شمال مشرقی علاقے کی وہ قومیں ہیں جو قدیم زمانے سے متمدن ممالک پر غارت گرانہ حملے کرتی رہی ہیں اور جن کے سیلاب وقتاً فوقتاً اُٹھ کر ایشیا اور یورپ کی طرف رُخ کرتے رہے ہیں۔ ان قوموں کا مجموعی نام ''منگول'' ہے۔ چنگیز خان اور ہلاکو خان اسی قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ چین میں جو دیوارِ چین سینکڑوں میل لمبی کھڑی کی گئی ہے' وہ انہی کے حملوں سے حفاظت کے لئے تعمیر کی گئی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ یاجوج ماجوج اقوام حضرت نوحؑ کے تیسرے بیٹے یافث کی اولاد ہیں۔

قصے کا اخلاقی سبق

آیت 98 میں ذوالقرنین کا قصہ بیان کرنے کا مقصد اور اخلاقی سبق بیان ہوا ہے۔ ذوالقرنین نے یاجوج اور ماجوج کی وحشی قوموں سے مقامی باشندوں کو پناہ دلانے کے لئے ایک عظیم دیوار کھڑی کرنے کے بعد اپنے اس کارنامے پر گھمنڈ کا مظاہرہ کرنے کی بجائے ایک سچے صاحب ایمان کی طرح یہ الفاظ کہے کہ ''یہ سب کچھ میرے رب کی رحمت کا مظہر ہے''۔ ایک صاحب ایمان شخص اور ایک مادہ پرستانہ سوچ رکھنے کے والے شخص میں اصل فرق یہی ہے کہ صاحب ایمان نہ صرف یہ کہ اسباب و وسائل پر بھروسہ کرنے کی بجائے صرف اللہ پر توکل کرتا ہے بلکہ بڑے سے بڑا کارنامہ انجام دینے کے بعد بھی اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور یہ اعلان کرتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ کی توفیق سے ہوا۔ جبکہ دوسرا شخص (مسلسل) اللہ کو بھلا کر اپنی صلاحیت' اپنی ہنرمندی اور اپنی ذہانت و فطانت کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے۔ ذوالقرنین نے اس عظیم کارنامے کا کریڈٹ خود لینے کی بجائے اسے رحمتِ رب قرار دیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ اگرچہ میں نے اللہ کی تائید و توفیق سے اپنی حد تک ایک مستحکم دیوار تعمیر کی ہے' مگر یہ لازوال نہیں ہے۔ جب تک اللہ کی مرضی ہے' یہ قائم رہے گی' اور جب وہ وقت آئے گا جو اللہ نے اس کی تباہی کے لئے مقدر کر رکھا ہے تو پھر اس کو پارہ پارہ کرنے سے کوئی چیز نہ بچا سکے گی''۔

یہاں پہنچ کر ذوالقرنین کا قصہ ختم ہو جاتا ہے۔

ان آیات میں جو ضروری مباحث رہ گئے ہیں' اُن پر ان شاء اللہ آئندہ جمعے کو گفتگو ہو گی' خاص طور پر یاجوج و ماجوج اور قربِ قیامت کے حالات کی جانب جو اشارہ ملتا ہے وہ مزید وضاحت کا تقاضا کرتا ہے۔ قصۂ ذوالقرنین میں جو اصل سبق ہے' اُسے سمجھنے اور سیکھنے کی توفیق اللہ تعالیٰ عطا فرمائے۔ اصل سبق یہ ہے کہ بندۂ مومن ہر حال میں' خواہ فقر کی حالت میں ہو' خواہ اُس پر مال و دولت کی بارش ہو رہی ہو اور اُسے کتنا بھی اقتدار و طاقت حاصل ہو' اُس کا ایمان اور توکل اللہ کی ذات پر ہے۔ وہ اپنے اوپر ناز نہیں کرتا۔ وہ خود بھی اللہ کی رضا کے مطابق چلتا ہے اور دنیا والوں کے لئے بھی رحمت بن جاتا ہے۔ امنِ عالم کا ضامن اگر کوئی ہے تو مومن ہے' اسلام ہے۔ امن کو وہی لوگ قائم کر سکتے ہیں جو اللہ واحد پر یقین' ایمان اور توکل رکھتے ہیں۔

(تلخیص: مرتضیٰ احمد)

آذربائیجان کی پارلیمنٹ سے صدر پرویز کا خطاب

ایوب بیگ مرزا

آذربائیجان کی پارلیمنٹ سے خطاب کرتے ہوئے پاکستان کے صدر پرویز مشرف نے کہا ہے کہ "اسلامی دہشت گردی" نے دنیائے اسلام کو یرغمال بنا رکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بدقسمتی سے عالم اسلام کو کئی مسائل کا سامنا ہے اور یوں لگتا ہے کہ وہ کسی طوفان کا سامنا کر رہا ہے۔ دہشت گردی سے خود اسلامی ممالک کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ دہشت گردی کے لئے کار بم دھماکوں، خودکش حملوں اور دوسرے گھمبیر قسم کے حربوں سے ہمارے عظیم مذہب کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ ان عناصر کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس طریقے سے وہ دنیائے اسلام کے مسائل کو حل نہیں کر سکتے۔ میں ان سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ راہِ راست پر آجائیں۔ انہوں نے مغرب سے بھی اپیل کی کہ وہ اپنا رویہ تبدیل کرے اور اگر دہشت گردی کو شکست دینا ہے تو اسرائیل کو فلسطین سے نکل جانے پر آمادہ کرے۔

صدر پرویز مشرف نے خاص طور پر امریکہ سے اپیل کی کہ وہ دہشت گردی کے خاتمے کے لئے اسلامی ممالک کی مدد کرے۔ یہ کام اسلامی ممالک کی معیشت کو ترقی دینے میں مدد دے کر کئے جا سکتے ہیں۔ مغرب ایسے متعدد تنازعات کے حل میں بھی مدد دے، جن میں مسلمانوں کی سرزمین پر قبضہ کر لیا گیا ہے۔ اس موقع پر انہوں نے مسئلہ کشمیر، فلسطین اور نگورنو کاراباخ کا خاص طور پر حوالہ دیا۔ واضح رہے کہ نگورنو کاراباخ آرمینیا اور آذربائیجان کے درمیان متنازعہ ہے۔ انہوں نے اس مسئلہ پر آذربائیجان کی حمایت کا اعلان کیا۔

حکومتی ذرائع نے اس بات کی تردید کی ہے کہ صدر پرویز مشرف نے "اسلامی دہشت گردی" کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ یقیناً ایسا ہی ہوگا۔ کیونکہ راقم نے صدر پرویز مشرف کے فن لینڈ اور آذربائیجان کے حالیہ دورہ کے دوران ان کی بعض تقاریر ٹیلی ویژن پر خود سنی ہیں۔ وہ بار بار یہ کہتے ہوئے سنے گئے "دہشت گردوں اور انتہاء پسندوں نے اسلامی دنیا کو یرغمال بنایا ہوا ہے"۔ اور یہ جملہ اُنہوں نے صرف اپنے حالیہ غیر ملکی دورے کے دوران ہی استعمال نہیں کیا بلکہ نائن الیون کے واقعہ کے بعد یہ اُن کا تکیہ کلام بن چکا ہے۔ وہ دہشت گرد اور انتہا پسند کو ایک ہی صف میں کھڑا کرتے ہیں اور دہشت گردی اور انتہا پسندی کے الفاظ بطور مترادفات کے استعمال کرتے ہیں، جیسے یہ الفاظ ایک ہی معنی دیتے ہوں اور دونوں انسانیت کے خلاف ایک جیسے جرم ہوں۔ حالانکہ دونوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے اور یہ کہنا صدفی صد درست ہوگا کہ دہشت گرد اور انتہا پسند کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دینا بذاتِ خود ایک جرم ہے۔ اگر سیاہ اور سفید کے ایک ہی معنیٰ ہوں تو پھر شاید دہشت گردی اور انتہا پسندی کو ایک ماننا پڑے گا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ دہشت گردی ایک بہت بڑا جرم ہے کسی معصوم انسان کو بلاوجہ قتل کرنا (غیر فوجی کو) چاہے اس کا تعلق کسی مذہب یا قوم سے ہو ایک سنگین جرم ہے، جبکہ اپنے عقائد و نظریات پر مضبوطی سے جمے رہنا اور رسم دنیا یا زمانے کے چلن کو اس بنا پر مسترد کر دینا کہ وہ اُس کے عقائد و نظریات سے متصادم ہے انتہا پسندی قرار دیا جاتا ہے تو ایسی انتہاء پسندی مطلوب و مقصود ہے۔ یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے اور صرف باہمت اور پُرعزم لوگوں کا نصیب ہوتا ہے۔

آج دنیا میں آزادی اور جمہوریت کا نعرہ بڑے زور شور سے لگایا جاتا ہے یہ نعرہ یقیناً بڑا خوبصورت اور دلکش ہے۔ اگر یہ جمہوریت اور آزادی اسلام کے دائرے کے اندر ہے تو ایک مسلمان اُس کا بھرپور خیر مقدم کرے گا اور ایک اسلامی معاشرے کو اسے لازماً اپنانا چاہئے لیکن بے لگام جمہوریت اور مادر پدر آزادی چاہے دنیا بھر میں کسی قدر مقبول ہو جائے اور چاہے کیسی ہی روشن خیالی اور اعتدال پسندی کا مظہر سمجھا جائے ایک مضبوط عقیدہ کا حامل مسلمان اسے کبھی قبول نہیں کرے گا۔

حقوقِ نسواں کے پرچارکوں نے افغان عورت کے برقعہ پر کیسی کیسی پھبتی کسی۔ طالبان کو ظالم اور جاہل قرار دیا کہ انہوں نے عورت پر خیمہ تان دیا ہے لیکن چونکہ الکتاب قرآن مجید عورت کو پردہ کا حکم دیتی ہے لہٰذا امیینہ روشن خیال معاشرہ اور اس جدید تہذیب کو جس کا چہرہ روشن اور اندرون چنگیزی ہے، اُسے اس جہالت پر سو بار قربان کیا جا سکتا ہے۔ اسے ہمارے دشمن اور نادان حکمران انتہا پسندی کہتے ہیں۔ اسی طرح معیشت میں تہذیب جدید یا نظامِ جدید سود کو ناگزیر قرار دیتا ہے۔ غیر تو کیا مسلمان حکمران اور مراعات یافتہ طبقات کا کہنا ہے کہ اگر سود کو معیشت سے ختم کیا تو دنیا کا معاشی ڈھانچا تباہ ہو جائے گا۔

ہمارے حکمرانوں کا کہنا ہے کہ اگر ہم سود کو ختم کر دیں تو ہم ایک دن بھی زندہ نہیں رہ سکتے۔ دنیا ہم سے معاشی تعلق ختم کر دے گی اور آج کوئی ملک تنہا زندہ نہیں رہ سکتا۔ قطع نظر اس بات سے کہ یہ دھمکی سچی ہے یا جھوٹی ایک مسلمان کا جواب ہے کہ میرے رب کا حکم ہے کہ سودی لین دین کرنا اللہ اور رسول ﷺ کے خلاف اعلان جنگ ہے اور میں کسی انسان، قوم یا دنیا کے خلاف جنگ کرتا ہوا شہید بھی ہو سکتا ہوں اور غازی اور فاتح بھی بن سکتا ہوں، چاہے اس کے ظاہری امکانات کتنے ہی کم کیوں نہ ہوں۔ لیکن اللہ اور رسولؐ کے خلاف جنگ دنیا اور آخرت میں مجھے بدترین اور ہلاکت خیز انجام سے دوچار کر دے گی۔ لہٰذا ہم نتائج سے مکمل طور پر بے پرواہ ہو کر سود کی لعنت کو ختم کر دیں۔ اگر یہ انتہا پسندی ہے تو اے اللہ ہم سب کو انتہا پسند بننے کی توفیق عطا فرما۔

راقم کی صدر پرویز مشرف سے اپیل ہے کہ وہ جوشِ خطابت میں بغیر سوچے سمجھے دہشت گردی اور انتہا پسندی کو ہم معنی قرار نہ دے دیا کریں۔ کیونکہ انتہا پسندی کی اصطلاح ہمارے دشمنوں نے گھڑ لی ہے اور وہ ہر اُس شخص کو انتہا پسند قرار دیتے ہیں جو اُن کے مکروہ عزائم کے راستے میں حائل ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ خالقِ کائنات نے اس کائنات کی بنیاد عدل پر رکھی ہے ہر شے کو اُس کی اصل جگہ پر فٹ کیا ہے اور زندگی بسر کرنے کے بنیادی اصول فراہم کر دیئے ہیں۔ اصل انتہا پسندی یہ ہے کہ ذاتی، گروہی، قومی یا ملکی مفادات کے حصول کے لئے ان بنیادی اصولوں سے انحراف کیا جائے۔

اب آیئے صدر مشرف کی بقیہ تقریر کا پوسٹ مارٹم کرنے کی کوشش کریں۔ انہوں نے ہمیشہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ صاف اور کھری بات کرنے کے عادی ہیں اور لگی لپٹی نہیں رکھتے۔ لیکن انہوں نے اپنی اس تقریر میں مغرب اور امریکہ مخالف قوتوں کو تو حسب عادت بڑی واضح اور کھری سنائی ہیں۔ لیکن مغرب اور امریکہ کو ڈھکے چھپے اور ملفوف انداز میں بعض باتیں کہی ہیں۔ انہوں نے کار بم دھماکوں، خودکش حملوں اور فدائی حملوں کی زبردست مذمت کی ہے، لیکن ریاستی دہشت گردی جس سے سویلین عوام کے بے شمار

مکان تباہ ہوئے' بے گناہ شہری مارے گئے' عورتوں کی اجتماعی آبروریزی ہوئی' پھر قیدیوں سے غیر انسانی سلوک اور ان پر کتے چھوڑنے کا ذکر تک نہیں کیا بلکہ التجا کے انداز میں کہتے دکھائی دیتے ہیں کہ امریکہ اور مغرب دہشت گردی کے خاتمے کے لئے مسلمانوں کی مدد کریں۔

یہاں ایک وضاحت ضروری ہے کہ اس مضمون کے آغاز میں دہشت گردی کی شدید مذمت کی گئی ہے۔ وہ اپنی جگہ صدفی صد درست ہے لیکن عراق میں جس طرح امریکہ نے قابض کی حیثیت سے ریاستی نظام ہی تباہ و برباد کر دیا ہے اور تیل کے لالچ میں وہاں قبضہ کر چکا ہے۔ یہاں اگر عوام آزادی کی جدوجہد میں اور غیروں کو اپنے وسائل کی لوٹ مار سے روکنے کے لئے خودکش حملے یا کسی قسم کی جوابی کارروائی کرتے ہیں تو علمائے کرام نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

بہرحال ذکر ہو رہا تھا صدر پرویز مشرف کے خطاب کا۔ وہ اگر طاقت اور قوت کی بناء پر امریکہ کو یہ حق دیں کہ روشن خیالی اور اعتدال پسندی ہر اس شے کا نام ہے جو امریکہ کو عالمی غنڈہ بننے میں مددگار ہو اور جو شے امریکی مفادات کے خلاف ہو' وہ دہشت گردی اور انتہا پسندی ہے۔ تو ان کی اس تعریف کو کوئی انصاف پسند انسان یا معاشرہ قبول نہیں کرے گا۔ حیرت کی بات ہے کہ صدر مشرف دہشت گردی سے چھٹکارے کے لئے' مسلمانوں کی مدد کے لئے مغرب اور امریکہ کو آواز دے رہے ہیں حالانکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ امریکی سی آئی اے بہت سی دہشت گردی کی کارروائیاں کر کے مسلمانوں کے سر الزام دھر چکی ہے اور صدر بش کروسیڈ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں جب وہ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ کا اعلان کرتے ہیں۔

محترم صدر سے پوچھا جانا چاہئے کہ کیا افغانستان پر امریکی حملہ سے پہلے ایسے دستاویزی ثبوت مہیا کئے گئے تھے کہ نائن الیون کے حادثہ کا اصلی مجرم اسامہ بن لادن ہے جو افغانستان میں پناہ لئے ہوئے ہے۔ یقیناً نہیں یہاں تک کہ امریکہ کے سب سے بڑا اور قریبی حلیف برطانیہ بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ امریکہ کے پاس افغانستان اور اسامہ کے خلاف اتنے ثبوت بھی نہیں کہ کسی عدالت میں مقدمہ دائر کیا جا سکے۔

آپ کی صاف گوئی کا تقاضا تھا کہ امریکہ سے سوال کرتے کہ بغیر کسی ثبوت اس کارروائی میں ہم آپ کا ساتھ کس بنیاد پر دیں۔ اگر آپ کے لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ آپ آگے بڑھ کر امریکہ کا راستہ روکتے اور یقیناً یہ ممکن نہیں تھا تو کم از کم اب طالبان کی جوابی گوریلا کارروائیوں پر ہی خاموشی اختیار کرتے اور اسے خواہ مخواہ دہشت گردی قرار نہ دیتے۔ اسی طرح عراق پر حملے کے جتنے بش انتظامیہ نے عذرات گھڑے تھے' وہ ان کے اپنے ملک کے لوگ ہی غلط اور جھوٹے قرار دے رہے ہیں اور اگر عراقیوں پر یہ ظالمانہ جنگ بالکل بلا جواز مسلط کی گئی ہے تو پھر عراقیوں کو بھی یہ حق دیں کہ وہ اپنی سرزمین کو امریکیوں کے ناپاک قدموں سے پاک کرنے اور انہیں اپنے وسائل لوٹنے سے روکنے کے لئے جو کچھ وہ کر سکتے ہیں کرنے دیں۔

ایک آڈٹ رپورٹ کے مطابق امریکہ گزشتہ پندرہ ماہ میں عراق سے 20 ارب ڈالر کا تیل چوری کر کے فروخت کر چکا ہے۔ اور ڈھنڈورا یہی پیٹا جا رہا ہے کہ امریکہ عراق میں بے تحاشا خرچ کر رہا ہے۔

آخر میں راقم صدر مشرف سے دست بستہ عرض کرنا چاہے گا کہ اللہ رب العزت نے اس فانی دنیا میں بڑی بڑی قوتوں کو موقع دیا لیکن انہوں نے تکبر کا بے پناہ مظاہرہ کیا' جن میں فرعون' شداد اور ہٹلر جیسے مختلف علاقوں کے مختلف لوگ تھے اور ان میں سے ہر ایک اپنے دور میں یوں محسوس ہوتا تھا جیسے تا قیامت قوت اور طاقت کا منبع رہے گا لیکن یہ سب اس بری طرح ہلاک بلکہ غرق کر دیئے گئے کہ لوگ خوف سے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہیں۔ ظالم اپنے انجام کو پہنچ کر رہے گا۔ عافیت اسی میں ہے کہ ہم اپنی راہیں اس سے جدا کر لیں۔

منتخب تحریکی نظم

راہِ حق کے مسافر

ملک نصر اللہ خان عزیز

یہ عاجز' یہ خاطی' یہ گنہ گار بندے — یہ تیری رضا کے طلبگار بندے!
یہ سارے خداؤں سے بیزار بندے — فقط ایک تیرے پرستار بندے!
خداؤں کے باغی! زمانے سے سرکش! — تیرے سوا سب سے بیزار بندے!
تری دینِ حق کی حمایت کے مجرم — یہ ہر اک سزا کے سزاوار بندے!
یہ پابندِ حق اور باطل کے منکر! — یہ مجبور بندے! یہ مختار بندے!
یہ دنیا سے غافل! یہ عقبیٰ کے طالب! — یہ نادان بندے! یہ ہشیار بندے!
یہ باطل کی خدمت کے نااہل یکسر — یہ شیطاں کے نزدیک بیکار بندے!
ترے دیں کو قائم یہ کرنے اٹھے ہیں — تری نصرتوں کے طلبگار بندے!

در فوز و نصرت کو پھر باز فرما!
ان اسلامیوں کو سرفراز فرما!

فقط تجھ سے عہدِ وفا کرنے والے — ترے ہی دین کو بپا کرنے والے
ترے دین حق کی شہادت کے مجرم — اور اس جرم کو برملا کرنے والے
محمدؐ کی رحمت کے یہ خوشہ چیں ہیں — عدو کے بھی حق میں دعا کرنے والے

ہمیں غلبۂ حق سے مسرور فرما!
ہمیں حق سے اے آشنا کرنے والے!

(انتخاب: قاضی عبدالقادر)

ضرورت رشتہ

35 سالہ' مغل فیملی سے تعلق رکھنے والے ایم بی اے (بیرون ملک) اچھی پوسٹ پر فائز نوجوان کے لئے نیک صورت' نیک سیرت' دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

رابطہ: سیف الرحمٰن صاحب فون: 6631636

3 روزہ تفہیم دین کورس

بمقام الھدیٰ لائبریری' نئی آبادی محلہ اسلام آباد
آغاز مورخہ 16 تا 18 جولائی 2004ء
بعد از نماز عصر تا عشاء
منجانب: انجمن خدام القرآن' سیالکوٹ شہر

قرآن اور ہمارا طرزِ عمل

حافظ ناصر احمد

بے شک رسول اللہ ﷺ اپنے جسم مبارک کے ساتھ اس دنیا میں رونق افروز نہیں' لیکن اللہ پاک کا آخری اور فیصلہ کن پیغام جو حضرت محمد عربی ﷺ لے کر آئے تھے وہ بغیر کسی تبدیلی کے آج چودہ سو برس سے زیادہ زمانہ گزر جانے پر بھی اپنی اسی شان جلالی و جمالی اور اسی شادابی و تازگی کے ساتھ موجود ہے۔

لیکن ہمارا برتاؤ اس قرآن کے ساتھ کیا ہے؟ کتنے ہم میں سے ہیں جو اس کو کتاب ہدایت سمجھتے ہیں؟ کتنے ہیں جو کسی اردو ترجمہ یا تفسیر کی روشنی میں یا درس قرآن کے کسی حلقہ میں شریک ہو کر ہی اس کی بات سمجھنے کی اور اس سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کے لئے اپنے وقت کا کچھ حصہ صرف کرتے ہیں؟ اللہ کے بندو! رسول اللہ ﷺ کی محبت کا دم بھرنے والو! اور قرآن کی عظمت و تقدیس کی قسمیں کھانے والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے اس مقدس پیغام (قرآن) کے ساتھ بے اعتنائی اور یہ لاپروائی؟ کیا اللہ کے سامنے اپنے اس مجرمانہ غفلت کی تم جوابدہی کر سکو گے؟ اور کیا عذر ہو گا اس وقت جب رب العزت کے تختِ جلال کے سامنے اس کا رسول فریادی بن کر درد و حسرت کے ساتھ کہتا ہو گا:

''اے میرے اللہ! میری اس قوم نے اس قرآن کو بالکل چھوڑ رکھا تھا'' (الفرقان)

قرآن پاک کے ساتھ مسلمانوں کے معاملہ پر اگر آپ طبقہ وار نظر ڈالیں تو دیکھیں گے کہ ''مسلمان'' کہلانے والی امت میں ایک بہت بڑی تعداد سب سے نیچے کے طبقے کے عوام کی ہے' جن بے چاروں کو کبھی قرآن مجید کی ہوا بھی نہیں لگی۔ پھر ان سے کچھ کم تعداد میں دوسرے درجے کے وہ عوام ہیں جنہوں نے کبھی بچپن میں کسی ''حافظ جی'' سے قرآن ناظرہ پڑھا تھا۔ لیکن اس کے بعد کبھی اس کو کھول کر دیکھنے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ سوائے اس کے کہ کبھی کبھار کوئی مر جاتا ہو اور پڑوس یا رشتہ داری کے خیال سے اس کے ''تیجے'' میں ایک آدھ پارہ پڑھنا پڑ جاتا ہو اس کے سوا کچھ نہیں۔

اس کے علاوہ بہت کم تعداد میں کچھ ایسے نیک لوگ بھی موجود ہیں جو حصول ثواب و برکت' کی خاطر روزانہ قرآن مجید کے پارہ دو پارہ تلاوت تو کرتے ہیں مگر بے چارے اس کے مطلب اور مقصد سے قطعاً ناآشنا ہیں۔

اگرچہ اس دور میں اب بہت سے ترجمے اور تفسیریں لکھی جا چکی ہیں اور ایک اردو سمجھنے والا ان کی مدد سے بھی قرآن مجید کے مطلب و مقصد کو اچھی خاصی حد تک سمجھ سکتا ہے' لیکن ان بے چاروں کے ذہن میں کبھی یہ خیال ہی نہیں آتا کہ قرآن کو سمجھنے کی کوشش کرنا اور اپنی عملی زندگی کے لئے اس سے ہدایت لینا بھی کوئی بہت ضروری بات ہے۔

ان تمام طبقات کی بہ نسبت محدود و تعداد ''باضابطہ علماء کرام'' کی بھی ہے۔ ان حضرات نے برسہا برس دینی مدرسوں میں گزارے اس لئے قرآن پاک میں تدبر و تفکر اور اس کی ہدایت سے براہ راست فائدہ اٹھانا تو کم از کم ان کا شغل حیات ہی ہونا چاہئے تھا' مگر ان کے متعلق تو امید بجا اور درست ہی ہونی چاہئے کہ اس کتاب سے ان کا تعلق بڑا گہرا ہو گا۔

مگر آہ کہ یہاں بھی امید بڑی حد تک پامال ہی ہے (الا ماشاء اللہ جن کا شمار پانچ فیصد بھی نہ ہو گا) اس طبقہ کا حال بھی اس بارے میں دوسروں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے۔ یہاں بھی قرآن کی عموماً تلاوت ہی کی جاتی ہے اور قرآن کا ''کتابِ ہدایت'' ہونا' ان کو یہاں بھی کم از کم عملاً تو فراموش ہی کر دیا گیا ہے۔ اس طبقہ کے ہاں نماز میں جو قرآن پاک پڑھایا جاتا ہے' اس میں بھی بس صحتِ حروف کے ساتھ ''قرأت'' کرنے کا خیال رکھا جاتا ہے اس کے لئے ہی پوری توجہ الفاظ کے سوارنے' آواز کے اتار چڑھاؤ اور جاذبیت و دلکشی پیدا کرنے میں دی جاتی ہے' مگر ان الفاظ کے ذریعے جو کچھ ہدایت قرآن مجید دینا چاہتا ہے' اس کی طرف دھیان ہی نہیں' حالانکہ خود اس کا نازل کرنے والا اعلان کر رہا ہے کہ: ﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝﴾ (ص 29)

''ہم نے یہ مبارک کتاب تمہاری طرف اتاری ہے تا کہ لوگ اس کی آیات میں غور و فکر کریں اور عقل والے اس سے نصیحت حاصل کریں۔''

اور جو لوگ قرآن کو سمجھ بوجھ کر بھی اس سے ہدایت حاصل نہیں کرتے' ان کے متعلق ارشاد ہے:

﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾ (محمد: 24)

''کیا یہ لوگ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں۔''

اسی طرح اللہ پاک ہدایت و نصیحت حاصل کرنے کے لئے قرآن پاک ہی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ ذرا گوشِ دل سے سنئے! کیسی پیاری صدا ہے اس قرآن کی کہ:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ (القمر: 22)

''اور ہم نے بے شک قرآن نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے۔ تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرے؟''

لیکن ہم نے شاید یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ جہاں تک دینی ہدایت و نصیحت حاصل کرنے کا تعلق ہے اس کے لئے تو دوسرے وسائل (مثلاً بزرگان) کرام اور پیران عظام) ہی کافی ہیں' اور قرآن تو بس ''ثوابِ تلاوت'' حاصل کرنے کے لئے گویا ''وظیفہ'' کی ایک کتاب ہے۔ کہنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ قرآن پاک کے ساتھ ہمارا برتاؤ کیا ہے؟ اور ہونا کیا چاہئے تھا؟ اب آپ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ آپ آج ہی سے اپنے رویہ کو بدل دیجئے! وہ اس طرح کہ اگر آپ اللہ کے فضل سے قرآن کریم سمجھنے کے بقدر عربی جانتے ہیں تو اب ہدایت و نصیحت حاصل کرنے کے ارادہ سے اس کو سمجھ سمجھ کر پڑھنے کی عادت ڈالئے! اور اگر آپ اتنی عربی نہیں جانتے ہیں تو پھر کسی عربی دان کی مدد سے اتنی عربی سیکھ لیجئے اور یقین کیجئے کہ اگر اس راہ میں آپ کو کوئی اچھا رہنما مل گیا تو بس دو تین مہینے کی معمولی محنت سے آپ قرآن فہمی کی ضرورت کے بقدر عربی سیکھ لیں گے اور جو کمی رہ جائے وہ ان شاء اللہ قرآن پاک کے مطالعہ سے یوں ہی پوری ہوتے رہے گی اور اگر کسی وجہ سے آپ کے لئے عربی زبان سیکھنے کا موقع نہ ہو تو پھر کم از کم اس کی کوشش کیجئے کہ آپ کی بستی کی مسجد میں مستند ترجمہ' قرآن کا درس ہوا کرے اور آپ اس میں شریک ہو کر قرآن کریم کے معانی و مطالب کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ نیز دوسروں کو بھی اس کی اہمیت جتلا کر شرکت کی دعوت دیں۔

البتہ یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ قرآن سے ہدایت و نصیحت کا ''نور'' انہی خوش بختوں کو حاصل ہو گا جن میں ''تقویٰ'' ہو یعنی اللہ کا خوف اور عاقبت کی فکر ہو اور اس کی بے چینی ان کو طلب ہدایت کے لئے قرآن کے پاس لانے والی ہو کوئی اور شوق نہ کوئی دوسری غرض

(تلخیص ''اگر رسول اللہ ﷺ اس زمانے میں ہوتے'' از مولانا منظور نعمانی' ماہنامہ تدریس القرآن' مارچ کراچی)

تیار چھتوں کے باکمال موجد کی آپ بیتی

تحریر: اظہار احمد قریشی

پچھلی جمعرات 8 جولائی کو "تنظیم اسلامی" کے معزز رکن بانیٔ تنظیم کے بڑے بھائی اور پاکستان کے مایۂ ناز انجینئر اور تیار چھتوں کے موجد محترم اظہار احمد قریشی صاحب کا انتقال تمام "رفقائے تنظیم" کے لئے شدید صدمے کا باعث ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اُن کی مقبولیت کا اندازہ اُن کے جنازے میں پروانہ وار شریک ہونے والے ہزاروں عقیدت مندوں سے ہوسکتا ہے۔ جنازے کی اجتماعی دعا بانیٔ تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد نے کی جس کا اثر ہر دل نے آبدیدگی کے ساتھ قبول کیا۔ اس شمارے میں محترم اظہار احمد صاحب مرحوم و مغفور کا ایک مضمون شاملِ اشاعت ہے جس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کیسی کٹھن زندگی کس شان سے بسر کی تھی۔ یہ مضمون گزشتہ سال اردو ڈائجسٹ کے "سیلف میڈ مشاہیر نمبر" میں شائع ہوا تھا۔ یہ مضمون دراصل مرحوم کی خودنوشت کی تلخیص ہے جو انگریزی زبان میں کتابی صورت میں چھپی تھی۔ (مدیر)

میں 1927ء میں ضلع حصار (بھارت) میں پیدا ہوا۔ میرے پردادا انور محمد مظفر نگر (یوپی) میں محکمہ نہر کے ضلع دار تھے۔ 1857ء کی جنگ آزادی کے دوران انہوں نے چند انگریزوں کو پناہ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ امن قائم ہونے کے بعد انہیں گرفتار کرنے کا حکم ہوا تو وہ بھاگ کر پنجاب کے علاقے حصار چلے آئے۔ یہیں میرے دادا حاجی محمد یحییٰ پیدا ہوئے۔ انہوں نے 1922ء میں اونٹوں کے زمانے میں حج کیا یعنی جدہ سے مکہ معظمہ مدینہ منورہ اور واپس جدہ سارا سفر اونٹوں پر کیا۔

میرے دادا ڈپٹی کمشنر حصار کے دفتر میں کلرک تھے۔ میں نے ہوش سنبھالا تو انہیں پنشن یافتہ دیکھا۔ ان کی شخصیت بڑی قد آور، چہرہ اور پیشانی بہت کشادہ تھی۔ ترکی ٹوپی پہنتے اور بید لے کر چلتے۔ آنکھیں بہت بڑی تھیں۔ پوتے پوتیوں پر بہت شفقت فرماتے۔ ہم بہن بھائیوں کو ناظرہ کلام مجید انہوں نے پڑھایا۔ حساب میں بہت تیز تھے چنانچہ اکثر حساب کے سوالات ہم سے زبانی حل کروایا کرتے۔ میں انجینئرنگ کے آخری مرحلے تک اپنی جماعت میں حساب میں اول رہا' یہ میرے دادا جان کا ہی فیض تھا۔ وہ بڑے صاف دل اور صاف گو انسان تھے۔

جب تک میں پرائمری سکول میں پڑھتا رہا' دادا جان مجھے سکول لے جاتے اور واپس بھی لاتے۔ مجھ سے انہیں زیادہ ہی انس تھا کیونکہ میں اپنے والدین کے پہلے چار بیٹوں میں سے واحد بچا تھا جو بیماری کے باعث لقمۂ اجل بن چکے تھے۔ اسی لئے میری سالگرہ بارہ سال کی عمر تک ہر بار بڑے اہتمام سے منائی گئی۔

میرے والد مرحوم بھی دادا جان والی ملازمت ہی پر رہے۔ انہیں کام بہت کرنا پڑتا تھا۔ اکثر دفتر سے گھر آتے وقت ایک بستہ لے آتے اور رات کو دیر تک کام نمٹاتے۔

میری والدہ مرحومہ ابا کے اتنا زیادہ کام کرنے پر ان سے نالاں رہتیں۔ انہوں نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ وہ مجھے بہتر ملازمت دلوانے کے لئے اعلیٰ تعلیم دلوائیں گی۔ والد صاحب کی تنخواہ بہت کم تھی لہٰذا والدہ اسے بڑی احتیاط سے خرچ کرتیں۔ ہم کل چھ افراد تھے۔ صبح کا ناشتہ سب چائے اور رات کی باسی روٹیوں سے کرتے۔ رات کو ایک پلیٹ میں سالن ڈالا جاتا اور سب اسی میں سے کھاتے۔ گوشت مہینے میں ایک بار پکتا۔ میٹھا مہینے میں ایک بار ملتا جبکہ پھل صرف موسم میں ملتے۔ اس کے باوجود ہماری زندگی سادہ اور آسان تھی اور ہمارے خاندان میں سب لوگ ایک دوسرے سے محبت کرتے اور دکھ درد میں شریک ہوتے تھے۔ والد صاحب کو جب بھی وقت ملتا' ہم سب بہن بھائیوں پر بڑی شفقت فرماتے۔ ان کا تبادلہ ضلع حصار کے تحصیل ہیڈ کوارٹروں' ہانسی اور سرسہ میں ہو جاتا تھا' چنانچہ میں نے پرائمری کی تعلیم حصار سے شروع کی۔ اس کے بعد ہانسی' پھر سرسہ اور پھر حصار سے میٹرک کیا۔ ضلع حصار میں کالج نہیں تھا' چنانچہ 41ء میں میں نے 850 میں سے 647 نمبر لے کر دسویں پاس کی' پھر ایف ایس سی نان میڈیکل میں اسلامیہ کالج لاہور' ریلوے روڈ لاہور میں داخلہ لیا۔

ہائی سکول میں عربی کے ماسٹر سردار علی اور تاریخ جغرافیہ کے استاد بختاور سنگھ قابلِ ذکر ہیں۔ مولوی سردار علی بڑے وضعدار بذلہ سنج اور اپنے مضمون کے بڑے ماہر تھے۔ ایک دفعہ ان کی ایک دوسرے استاد سے جھڑپ ہوگئی۔ اس نے انہیں کہہ دیا: "آپ یہ خیال رکھیں کہ میرا پڑھانے کا بائیس سالہ تجربہ ہے"۔

اس پر مولوی صاحب نے کہا: "میرا چوبیس سالہ تجربہ ہے اور ان دو فالتو برسوں میں' میں نے جانے تجھ ایسے کتنے دیکھے ہیں"۔

ماسٹر بختاور سنگھ جماعت میں آتے ہی تختہ سیاہ پر برصغیر کا نقشہ چاک سے بنا دیتے جو بالکل صحیح ہوتا۔ پھر سارا وقت وہ زبانی درس دیتے جو سب طلباء کو بہت پسند آتا۔

میں بنیادی طور پر رقیق القلب تھا۔ تنگی ترشی کے ماحول میں پلنے کے باعث لڑکپن سے مجھے اس سوچ نے آ لیا کہ میں غریبوں کی مدد کروں۔ میں اکثر سوچتا کہ جب میں امیر ہوں گا تو ایک رشتے دار کو ماہانہ اتنی رقم دوں گا' دوسرے کو اتنی اور تیسرے کو اتنی۔

حصار کے نزدیک ترین بڑا شہر دہلی تھا جو سڑک کے راستے سو میل اور ریل کے راستے ایک سو چالیس میل تھا۔ حصار ایک ریلوے جنکشن تھا۔ پورے ضلع میں صرف دو چھوٹی نہریں آتی تھیں' باقی نوے فیصد بارانی تھا۔ حصار میں ایک بڑا جنگل بھی تھا جسے بیڑ کہتے تھے۔ وہاں ایک مویشی فارم تھا جس کے اعلیٰ نسل کے بیل سارے ہندوستان میں مشہور تھے۔

ہمارے خاندان کو جب بھی تعطیلات میں کہیں جانا ہوتا' ہم دہلی چلے جاتے۔ وہاں ہمارے ماموں صغیر احمد خان پروفیسر تھے۔ مختلف النوع مضامین پر ان کی معلومات بہت مفصل تھیں جو وہ ہمیں بتایا کرتے۔ دہلی میں بازاروں کے علاوہ سیر کی کئی تاریخی جگہیں تھیں۔

والد مرحوم مجھے 41ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں داخل کرانے آئے۔ بس اس وقت سے حصار مجھ سے چھوٹ گیا۔ میں صرف تعطیلات میں وہاں جایا کرتا تھا۔ گو ان کا بھی بیشتر حصہ دہلی میں گزرتا۔

اسلامیہ کالج لاہور (1941ء تا 1944ء)

اس کالج میں پڑھائی سستی تھی' اسی لئے والد

صاحب نے مجھے اسلامیہ کالج میں داخل کروایا۔ اس کے باوجود میرے روز افزوں تعلیمی اخراجات برداشت کرنے کے لئے میرے غریب والدین کو اپنا گھر فروخت کرنا پڑا۔ ہاسٹل میں کھانے کا ماہانہ خرچہ (چودہ روپے) میری پہنچ سے باہر تھا لہٰذا میں نے کوشش کی کہ باہر سے کھانا کھاؤں تاکہ اپنے والدین پر کم سے کم بار ڈالوں' مگر ہاسٹل کے ناظم نے صحت خراب ہونے کے ڈر سے مجھے ایسا نہیں کرنے دیا۔

میں سارا عرصہ ریواز ہاسٹل میں مقیم رہا۔ وہاں کا ماحول صاف ستھرا اور کھانے کا معیار عمدہ تھا۔ بہت اچھے پڑھانے والے بلکہ پڑھانے کا شوق رکھنے والے متعدد پروفیسر ملے۔ حساب کے پروفیسر نصیر الدین صاحب نہایت پروقار شخصیت کے مالک تھے۔ میں نے ان کے مضمون کے نوماہی امتحان میں صد فیصد نمبر لئے' تو انہوں نے مجھ سے کہا ''آپ یونیورسٹی میں اول آنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟'' بہرحال میں اسلامیہ کالج میں 493/650 نمبر لے کر اول آیا۔ ایف ایس سی فائنل کے ایک پرچے میں کل نمبر 75 تھے۔ میں نے 112 نمبر کے سوالات حل کئے اور اپنا کام دوہرا بھی لیا۔ جب پرچہ دے کر باہر آیا تو ابھی تین گھنٹوں میں سے ایک گھنٹہ باقی تھا۔

طبعیات کے پروفیسر عبدالحمید بیگ اپنے مضمون کے علاوہ جسمانی ورزش کے بڑے شوقین اور ماہر تھے۔ انہوں نے ہائکنگ کلب یعنی پیدل چلنے والوں کی انجمن بنائی ہوئی تھی۔ ہر جمعرات کی سہ پہر کلب کے ارکان دریائے راوی پر جمع ہو جاتے اور دریا کے اوپر کی جانب جانے اور واپس آنے کا پانچ میل کا چکر لگاتے۔ میں بھی اس کلب میں شامل ہو گیا۔ سال میں ایک مرتبہ چالیس میل کا چکر لگاتے۔ میں ایک بار سالانہ کھیلوں کے مقابلہ میں اول رہا۔ پانچ میل کا فاصلہ میں نے باون منٹ میں طے کیا۔

میں نے دریائے راوی میں کشتی رانی بہت کی۔ ایک دفعہ دن کے وقت کشتی چلا رہا تھا۔ میرے ساتھ ایک دوست بھی تھے۔ ایک جگہ ہمیں سرسبز اور ہموار کنارہ نظر آیا' تو خیال آیا ذرا اتر کر چہل قدمی کی جائے۔ جونہی ہم اترے گھٹنوں تک دھنس گئے اور مزید نیچے دھنسنے لگے۔ اس وقت خاصا ڈر محسوس ہوا۔ یہ جگہ دلدلی تھی۔ آخر ہم کاوش کر کے اس پر لیٹ گئے اور دو ایک آدمی مدد کو آن پہنچے تو باہر نکل آئے۔

ہاسٹل میں سید محمد قاسم رضوی ہمارے ہم جماعت اور دوست تھے۔ ان کے ساتھ تحریک پاکستان میں حصہ لیا اور 46ء کے انتخابات میں طلباء کے ساتھ دیہات میں مسلم لیگ کی پراپیگنڈہ مہم کے لئے دورے کئے۔ قائداعظم کے جلسے میں حاضری کی سعادت بھی ملی۔ یہ جلسہ اسلامیہ کالج کے میدان میں منعقد ہوا تھا۔ قائداعظم نے اپنی تقریر میں گرج کر کہا' ''لارڈ لنلتھگو جغرافیہ کا حوالہ دیتے ہیں۔ (لارڈ کہتا تھا کہ ہندوستان جغرافیائی طور پر ایک اکائی ہے' اس لئے وہ تقسیم نہ ہو بلکہ اکٹھا رہے) کیا میں لارڈ لنلتھگو سے پوچھ سکتا ہوں کہ آپ لوگ یہاں جغرافیہ کے کس قانون کے تحت مقیم ہیں؟ آپ پہلے یہاں سے نکل جائیں' پھر ہم یہاں کا جغرافیہ طے کر لیں گے''۔ اس پر بہت دیر تک تالیاں بجیں اور پرجوش نعرے لگے۔

وہ زمانہ سیاسی کشمکش کی انتہا تھا۔ میں نے موچی دروازے کے باہر وہ جلسہ بھی دیکھا جس میں ملک خضر حیات خان ٹوانہ وزیراعلیٰ پنجاب کے خلاف تقاریر ہو رہی تھیں۔ اتنے میں نعرے گونجے' ''تازہ خبر آئی ہے' خضر ہمارا بھائی ہے''۔ اور پھر تقریروں کے موضوع بدل گئے...... اسی جگہ سرفیروز خان نون کا پہلا جلسہ سنا۔ انہیں سیاسی جلسے میں تقریر کا کوئی تجربہ نہ تھا' چنانچہ انہوں نے یوں آغاز کی' ''مسلمانو! پڑھو درود شریف۔

انجینئرنگ کالج لاہور

میں 1944ء میں لاہور میں انجینئرنگ کالج میں داخل ہوا۔ اس زمانے میں اس داخلے کو آئی سی ایس کے امتحان میں کامیابی کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ صرف چالیس نشستیں تھیں جن کے لئے پنجاب اور صوبہ سرحد سے طلبہ لئے جاتے۔ ان میں سے قریباً ایک چوتھائی نشستیں سرکاری محکموں کے لئے مخصوص تھیں۔ پھر پچاس فیصد نشستیں مسلمانوں کی تھیں اور باقی ہندوؤں سکھوں کی۔ کالج میں سول' مکینیکل اور الیکٹریکل تین قسم کی انجینئرنگ پڑھائی جاتی۔ سول سب سے قابل لڑکوں کو ہی ملتی تھی کیونکہ ہر کوئی اسی کا خواہشمند رہتا تھا۔ انجینئرنگ کی پڑھائی خاصی سخت تھی۔ اساتذہ کو پڑھانے میں اور طلبہ کو پڑھنے میں مسلسل بہت محنت کرنی پڑتی۔ جتنا نصاب ہمیں تین سال میں پڑھایا جاتا' وہ اب چار برسوں میں کرایا جاتا ہے۔

ہندوؤں اور مسلمانوں میں مسابقت رہتی تھی۔ میں مسلمانوں میں سب سے تیز طالب علم تھا۔ سارے مسلمان ہم جماعت خواہشمند تھے کہ میں آخری سال کالج میں اول آؤں' چنانچہ جب بھی کوئی مسلمان مجھے کامن روم یا گپ شپ کی محفل میں بیٹھا دیکھتا تو جھٹ کہتا ''اظہار! تم جا کر پڑھو اور اول آ کر دل خوش کر دو''۔

کالج کی یادگار پروفیسر تارا سنگھ تھے جو سول انجینئرنگ کے اہم ترین مضمون یعنی سٹرکچرل ڈیزائن کے استاد تھے۔ اس قدر اچھا پڑھاتے تھے کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ وہ اپنے ہاتھوں' ٹانگوں' جسم اور سر کی حرکت سے طلبہ کے ذہن میں نقشہ بنا دیتے کہ سٹرکچر (ڈھانچا) کس طرح کام کر رہا ہے اور وزن اور طاقت کدھر سے کدھر جا رہے ہیں۔ پروفیسر صاحب اپنا مضمون پڑھانے میں بے حد دلچسپی لیتے' چنانچہ نصاب سے کہیں زیادہ پڑھاتے۔ وہ شام کو اپنے گھر مشکل حل کرانے آنے والے طلبہ کو خوش آمدید کہتے اور بڑی خندہ پیشانی سے پیش آتے۔

پروفیسر تارا سنگھ ہمیں اپنی زندگی کے تجربے بھی بتایا کرتے۔ انہوں نے تین چار مرتبہ یہ بڑے کام کی بات دہرائی ''یاد رکھو' جب آپ لوگ تربیت کیلئے جائیں تو نہ بھولنا کہ اوورسیر کو ایس ڈی او سے زیادہ اور مستری کو اوورسیر سے زیادہ کام سے واقفیت ہوتی ہے۔ اگر آپ کام سیکھنے کا شوق رکھتے ہیں تو مستری سے دوستی کریں۔ اسے سگریٹ پلائیں' سینما دکھائیں اور اس سے کام سیکھیں''۔

اس زمانے میں میرا خالہ زاد بھائی نصیر احمد مزید تعلیم کے لئے لاہور آیا۔ اس کی تعلیم و تربیت کا ذمہ بھی والد صاحب نے اٹھا رکھا تھا۔ اب ان کے لئے ہمارے اخراجات برداشت کرنا مشکل تر ہو گیا لہٰذا ہم نے رقم بچانے کی خاطر ڈبی بازار میں ایک چھوٹا سا کمرہ کرائے پر لے لیا۔ بھوک لگتی تو قریبی واقع تنور سے دال روٹی کھا لیتے۔ اس وقت پڑھنے کا جنون اتنا تھا کہ تکلیف میں ہونے کے باوجود لطف اٹھاتے۔ میں نے دو سال اسی تنگ سے کمرے میں گزارے۔ تاہم اپنے کسی دوست یا ہم جماعت کو اس کا پتا نہیں بتایا کیونکہ میں کچھ شرماتا تھا۔ بعد کو میں کالج کے ہاسٹل میں منتقل ہو گیا جہاں رہنے اور کھانے کا معقول انتظام تھا۔

انجینئرنگ کالج کے اکثر مضامین مثلاً سروئینگ' ہائیڈرالکس' ہیٹ انجینئرنگ' الیکٹریکل وغیرہ میں حساب کا بہت دخل تھا' چنانچہ میں ان مضامین میں سب سے آگے رہتا کیونکہ اس مضمون میں بچپن سے تیز تھا۔ سالڈ جیومیٹری عام ڈرائنگ سے بہت مشکل اور پیچیدہ تھی۔ میں نے اس مضمون میں 75 میں سے 70 نمبر حاصل کئے جو سب سے زیادہ تھے' حالانکہ میں ایف ایس سی کر کے آیا تھا جبکہ میری جماعت میں بی ایس سی بلکہ ایم ایس سی پاس لڑکے بھی تھے۔ اسی برس میں نے سول انجینئرنگ کی ڈگری لی اور مغربی پنجاب میں 1030/1400 نمبر لے کر اپنی جماعت میں اول رہا اور مجھے آنرز ملی۔

تقسیم ہند کا ہنگامہ

جولائی 47ء میں ہم سول انجینئرنگ کے آخری امتحان سے فارغ ہوئے۔ اس سے قبل ہی لاہور میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان تناؤ بہت بڑھ گیا تھا۔ میں جولائی میں لاہور سے حصار منتقل ہو گیا جو فسادات کے مرکزی علاقوں سے دور تھا۔ وہاں فسادات کی لہر 29 اگست کو پہنچی۔ اس دن مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان پہلی جھڑپ ہوئی۔ جو مسلمان خاندان ہندوؤں کے علاقے میں

تھے وہ مارے گئے۔ شہر کے مسلم محلوں نے اپنی دفاعی صف بنالی اور پھر متعدد حملوں کا کامیاب دفاع کرتے رہے یہاں تک کہ دو اکتوبر کو بلوائیوں نے پولیس اور فوج کی مدد سے بڑا زور کا حملہ کیا۔ شام تک ہمارے مورچوں میں کمزوری آ چکی تھی' چنانچہ اگلے روز جب حکومت نے ہمیں شہر چھوڑ کر کیمپ چلے جانے کو کہا تو ہم مجبوراً مان گئے۔ کیمپ سے 20 اکتوبر کو ایک پیدل قافلے کے ساتھ چلے اور 7 نومبر کو ہیڈ سلیمانکی سے پاکستان میں داخل ہو گئے۔

عملی زندگی میں قدم

انجینئرنگ کرنے کے بعد میں نے مختلف اداروں میں بطور سول انجینئر ملازمت کی۔ میں نے ارادہ یہ کر لیا تھا کہ آگے چل کر ڈیزائن مع تعمیر کے ٹھیکوں (Design-cum-construction contraction) کے کام کروں گا جن میں انجینئرنگ کی مہارت استعمال کرنے کا بہترین موقع ملتا ہے اور منافع بھی سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ یہ ہدف پانے کے لئے میں نے بارہ برس خوب محنت کی' تعمیر کے بہت سارے کام غور سے ہوتے دیکھے اور ملازمتوں کے دوران اپنے زیرنگرانی میں ہونے والے کاموں پر تجربے کیے۔ میں پہلا پاکستانی سول انجینئر تھا جس نے 1955ء میں کنکریٹ کے آر سی سی شیل سٹرکچر (R.C.C.Shell Structure) ڈیزائن کیے اور بنائے۔ ان کی تعمیر کا کام پاکستان میں صرف ایک غیر ملکی فرم کرتی تھی اور بہت زیادہ منافع کما کر باہر لے جاتی۔ میری کامیاب جدوجہد کی وجہ سے اس غیر ملکی ادارے کی اندھی لوٹ کمائی پر روک لگ گئی۔ شیل سٹرکچر بڑی بڑی صنعتی عمارات' گوداموں اور بڑے ہالوں کی تعمیر میں استعمال ہوتا ہے۔ اس سے کالموں کے درمیان بہت لمبے چوڑے بلا رکاوٹ فاصلے بن جاتے ہیں۔ عمارت پر لاگت کم آتی ہے اور تعمیر کی رفتار تیز ہو جاتی ہے۔ جب میں نے یہ معرکہ سر کر لیا تو پاکستان کے شعبۂ سول انجینئرنگ میں یہ بڑا دھماکا تھا۔ اس کے علاوہ میں نے مضبوط اور کم خرچ ٹوپی نما کنکریٹ کی سلیب بھی ایجاد کی۔

1956ء تک مجھے خود پر خاصا اعتماد ہو گیا کہ میں ڈیزائن مع تعمیر کے ٹھیکوں کا کام بخوبی کر سکتا ہوں' چنانچہ میں نے ساہیوال میں اپنا کام شروع کر دیا اور چند چھوٹے اور درمیانی جسامت کے ٹھیکوں کے کام بخوبی انجام دیئے لیکن مزید کام نہیں ملا۔ دراصل ہمارے مطلب کے کام صنعتکاروں کے پاس ہی مل سکتے تھے جبکہ ساہیوال میں صنعتیں بہت کم تھیں۔ میں نے ایک سال سخت مشقت کی لیکن اس کاروبار سے تین سو روپے ماہانہ بھی حاصل نہ کر سکا' چنانچہ دوبارہ میں نے نجی ملازمت اختیار کر لی۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے ہاں میری کامیابی کا سال 1959ء لکھا ہوا تھا۔ چنانچہ میں نے مزید تین برس اپنی مہارت کو بہتر بناتا رہا۔

کامیابی کے دروازے کھل گئے

1959ء میں میرے لئے کامیابی کے صد دروازے کھلے۔ ہوا یوں کہ میرے خدا نے مجھے بورے والا ٹیکسٹائل مل کے مینجنگ ڈائریکٹر جناب سیٹھ عثمان سلیمان سے ملوا دیا جو اپنے کارخانے میں شیل سٹرکچر کی عمارات تعمیر کروانا چاہتے تھے۔ انہوں نے مجھے ایک چھوٹا کام دے کر میری قابلیت' دیانت اور محنت کو ہر زاویے سے جانچا اور پوری طرح اطمینان کر کے نہ صرف خود مجھے کئی کام دیئے بلکہ اپنی صنعتی برادری سے بھی متعارف کروایا۔

انہوں نے کراچی میں اپنے صدر دفتر کو بھی میرے متعلق اپنی رائے سے مطلع کر رکھا تھا۔ 1962ء میں جب مرحوم حاجی ستار سیٹھ مالک گل احمد ٹیکسٹائل لانڈھی سے شرح طے ہونے کے بعد میں نے پیشگی رقم مانگی تو انہوں نے مجھ سے کوئی حوالہ مانگا۔ میں نے داؤد والوں کا نام لیا۔ چنانچہ سیٹھ صاحب نے داؤد کارپوریشن کے صدر دفتر میں غنی سیٹھ کو فون کیا اور ان کی تسلی کر کے مجھے پیشگی چیک دے دیا۔

میرے اور سیٹھ صاحب کے درمیان انتہائی حیا اور لحاظ کا رشتہ رہا۔ وہ پرجوش انداز میں اپنے ملنے جلنے والوں میں میری قابلیت اور میری دیانت کا چرچا کرتے رہتے جس کی اطلاع اکثر اوقات مجھے بھی مل جاتی اور میں کئی جگہ یہ کہتا کہ سیٹھ میرے محسن ہیں۔ لیکن ہماری آپس کی گفتگو میں کبھی اس کا ذکر نہیں آیا' البتہ کئی سال بعد جب سیٹھ صاحب کا تبادلہ کرنافلی ہوا تو مجھ سے رہا نہیں گیا اور میں نے کم سے کم الفاظ میں کہا "سیٹھ صاحب! آپ کے مجھ پر بڑے احسانات ہیں"۔

سیٹھ صاحب کا فوری جواب یہ تھا "نہیں' نہیں میں نے تو آپ سے کام لیا ہے۔" دیکھ لیجئے کہ سیٹھ عثمان سلیمان کس قدر اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے تھے۔

کاروبار وقف کر دیا

اب مجھے شدت سے احساس ہوا کہ مجھ پر ملنے والی نعمتوں پر خدا کا شکر واجب ہو گیا ہے۔ لیکن یہ کیسے ادا

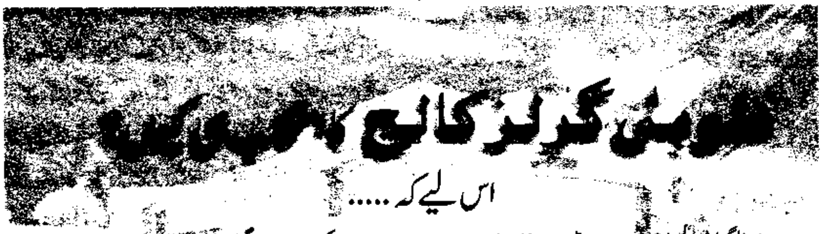
اس لیے کہ.....

★ طوبیٰ گرلز کالج لاہور بورڈ سے الحاق شدہ ہے لہٰذا یہاں کی طالبات ریگولر سٹوڈنٹ کے طور پر لاہور بورڈ کا امتحان د...

★ طالبات اور ان کے وال... لج کا باپردہ اور پاکیزہ مشرقی ماحول ذہنی اور قلبی اطمینان کا موجب ہوتا ہے!

★ طوبیٰ گرلز کالج کی طالبات دوران تعلیم دینی تعلیم و تربیت سے بھی اچھی طرح مستفید ہوتی ہیں!

★ طوبیٰ گرلز کالج کی طالبات اضافی پیسہ اور وقت خرچ کئے بغیر کمپیوٹر کی بنیادی تعلیم بھی حاصل کر لیتی ہیں!

★ طوبیٰ گرلز کالج کی طالبات جدید معیاری فرنیچر سے آراستہ شاندار دو منزلہ عمارت میں بہت ہی کم فیس ادا کر کے انتہائی قابل فیکلٹی کی زیرنگرانی تعلیم حاصل کرتی ہیں!

داخلہ جاری ہے

Extremely Affordable Fee Structure!

★ کالج وین کا بندوبست ہونے کی بنا پر آنے جانے میں بے پناہ سہولت رہتی ہے!

★ غریب اور ذہین طالبات کے لیے وظائف کی اضافی سہولت کی بنا پر تعلیم کے خرچ کا بوجھ کم سے کم رہ جاتا ہے!

اور سب سے اہم بات!

★ طوبیٰ گرلز کالج ایک غیر تجارتی تعلیمی ادارہ ہے، یہاں تعلیم و تربیت کا مقصد معاشی سرگرمی نہیں بلکہ اس کے پیش نظر "تعلیم بطور مشن" کا جذبہ ہے۔ اس کا مشاہدہ کرنے کے لیے آپ کا کالج visit انتہائی اہم ہے!

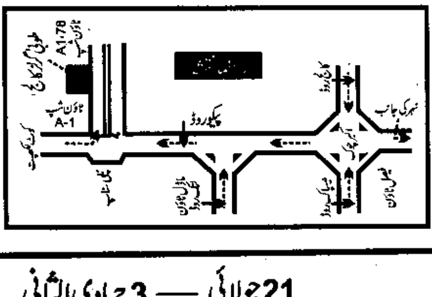

TGC

طوبیٰ گرلز کالج

78، سیکٹر اے ون، ٹاؤن شپ، لاہور فون: 5114581

کروں؟ چنانچہ سوچتا رہا کہ اپنی آمدنی کا ایک مقررہ حصہ خدا کی راہ میں دوں یا کل وصولیوں میں سے ایک حصہ نکال کر اس کی راہ میں بانٹ دوں۔ بالآخر میں ایک انتہائی قابل اطمینان فیصلے پر پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔ وہ یہ کہ ساری کی ساری آمدنی خدا کا عطیہ ہے اس لئے اسی کی راہ میں خرچ ہونی چاہئے۔ میں نے کاروبار کو اپنے ذہن میں ایک وقف (Trust) کا درجہ دے دیا۔ میرے اس فیصلے کا علم مجھ تک ہی محدود تھا' کسی اور کو یہاں تک کہ میری بیوی کو بھی اس کا مطلق علم نہیں تھا۔

بورے والا ٹیکسٹائل مل میں پہلے ایک چھوٹا کام کرنے کے بعد بڑا کام ملا تو مجھے بتایا گیا کہ وہاں کچھ لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ اظہار والے ویسا ہی کام کر رہے ہیں جیسا کہ غیر ملکی فرم کیا کرتی تھی یعنی ہم کوئی خاص نیا کام نہیں کر رہے۔ اس پر میں نے تہیہ کر لیا کہ کوئی خاص قسم کا شیل بناؤں جو ابھی تک کسی نے نہ بنایا ہو۔ یہ میرے لئے ایک بہت بڑا چیلنج تھا۔ میں نے اس سے عہدہ برآ ہونے کے لئے خوب محنت کی۔ میرے خدا نے مجھے نہایت شاندار کامیابی عطا کی اور میں نے دوہری گولائی والے نارتھ لائٹ آر سی شیل بنا لئے۔ یہ ڈھانچا نہایت کم خرچ' مضبوط اور خوبصورت تھا۔

ان دنوں کراچی میں ایک معروف انگریز کنسلٹنٹ سول انجینئر ڈاکٹر ٹی اولینڈ ریڈیس موجود تھے۔ میں نے پہلی ہی ملاقات میں ان سے کہا کہ فیس کے عوض مجھے مزید کام سکھایئے۔ ان سے اگلی ملاقات کے دوران میں نے انہیں بورے والا میں بنائے ہوئے اپنے جدید شیل سٹرکچر کی تصاویر دکھائیں۔ ڈاکٹر صاحب بڑے حیران ہو کر دیر تک انہیں دیکھتے رہے پھر فرمایا "مسٹر قریشی! شیلوں کے بارے میں تو اب مجھے آپ سے سیکھنا پڑے گا۔ اس قسم کے شیل ڈھانچے ساری دنیا میں کہیں نہیں بنائے گئے اور اگر کسی نے بھی یہ شیل بنا لیا تو اسے خود بھی اپنے ڈیزائن پر بھروسہ نہیں ہوگا اور وہ اسے تعمیر کرنے سے گھبرائے گا"۔

پری کاسٹ اور پریسٹریسڈ کنکریٹ

ہمارے ملک میں لکڑی اور لوہے کی قیمتیں آسمان پر پہنچ جانے کی وجہ سے کنکریٹ واحد مواد (میٹریل) ہے جسے مناسب لاگت کے ذریعے تعمیرات میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ بالکل سستے دیہاتی مکانات کی دیواریں تو مٹی سے بنائی جاتی ہیں لیکن چھت کا سامان یعنی گارڈر اور بالے وغیرہ جو پہلے لکڑی یا لوہے کے ہوتے تھے اب کنکریٹ کے ہوتے ہیں۔ تعمیر کا سامان سانچوں میں کنکریٹ بھر کر موقع پر بنایا جاتا ہے یا پری کاسٹ سٹریسڈ کنکریٹ کا مال استعمال ہوتا ہے جس میں اظہار لمیٹڈ پیش پیش ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے میری یہ تحقیق بے حد کامیاب ثابت ہوئی۔

میں نے اپنے آٹھ کروڑ روپے اس تحقیقی منصوبے میں صرف کئے۔ میرے اس کام کی وجہ سے تعمیرات کی مد میں ملک کو 350 کروڑ روپے سالانہ بچت ہوتی ہے۔ رضا کارانہ حوصلہ افزائی اور مشوروں کے تحت پاکستان میں اس کے 600 کارخانے لگ چکے ہیں جن میں 35000 افراد کام کرتے ہیں۔ انہیں نصب کرنے میں وطن عزیز کا ایک پیسے کا زرمبادلہ بھی خرچ نہیں ہوا۔

47ء میں انجینئرنگ کالج لاہور سے کامیاب ہونے والے ہم جماعتوں نے 97ء میں اپنی جماعت کی گولڈن جوبلی منائی۔ اس موقع پر میرے کئی ہندو اور سکھ ہم جماعت بھارت سے تشریف لائے۔ ساری جماعت نے ملتان روڈ والا میرا کارخانہ دیکھا جو لاہور سے 25 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ ان سب نے سخت حیرت کا اظہار کیا کیونکہ اس میں زیر استعمال ہر قسم کی ہلکی اور بھاری مشینری (سوائے موبائل کرینوں کے) ہماری اپنی بنائی ہوئی تھی۔ انہوں نے تیار مال کے معیار کو بے حد سراہا۔ کام کرنے کے طریقے ان کے لئے قابل دید تھے۔ انہوں نے بتایا "بھارت میں ایسا ایک بھی کارخانہ نہیں"۔

تحقیق کی لازمی ضرورت

یہ ایک جانی پہچانی حقیقت تھی کہ پری کاسٹنگ اور پری سٹریسنگ کے طریقے استعمال کر کے تعمیرات کے کاموں میں کنکریٹ کی بہت زیادہ بچت ہو سکتی ہے۔ نیز معیار بھی بہتر ہوتا ہے۔ یوں عمارت کی عمر بڑھتی اور اس کی دیکھ بھال کی ضرورت بہت کم ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ تعمیر کا کام آسان اور تیز رفتار ہو سکتا تھا۔ سوچا گیا کہ اس ٹیکنالوجی کے ذریعے تیار چھتیں ایجاد کی جائیں جو اپنی طرز کا انوکھا خیال تھا۔

(جاری ہے)

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد
کی فکر انگیز تصنیف
راہِ نجات
سورۃ العصر کی روشنی میں
قیمت: 40 روپے

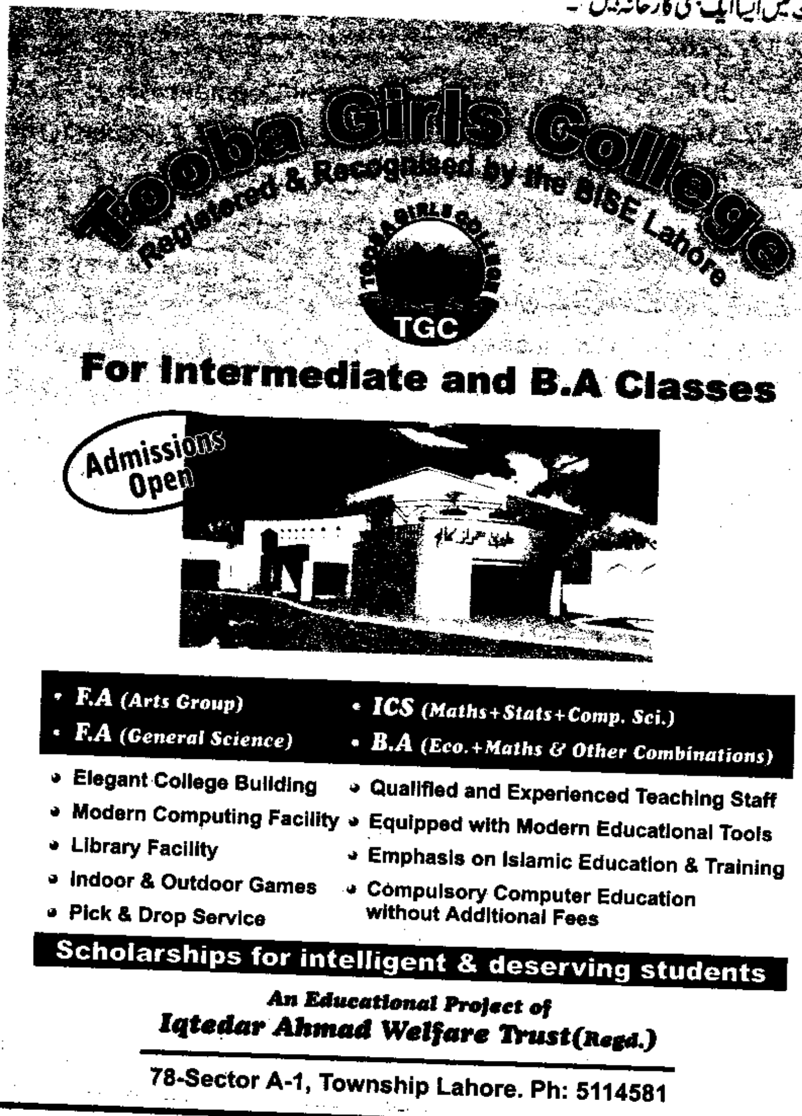

اسلام اور سیکولرازم

(ایک تحلیلی وتقابلی جائزہ)

ڈاکٹر ابصار احمد

اب آیئے دوسرے اور تیسرے نکتے کی جانب۔ اسلام کے لئے اصلاً قرآنی اصطلاح ''دین'' مستعمل ہے۔ جس کا مفہوم بہت وسیع اور ہمہ گیر بھی ہے اور نہایت گہرا اور وسیع الذیل بھی۔ تصور خدا اور دیگر ایمانیات سے لے کر انسانی زندگی انفرادیت اور اجتماعیت کے تمام پہلو اس کے اجزاء ہیں۔ اخلاقی اقدار کے ساتھ ساتھ انسانی معاشرت اور سیاست کے اصول بھی اس میں پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ اسلام دنیائے عیسائیت کے تصور مذہب کے مطابق چند فرسودہ عقائد (Dogmas) اور بے روح رسمی عبادتوں (Rituals) کا مجموعہ نہیں' بلکہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب خود بہت سے مغربی مفکرین اور مستشرقین ''دین'' کے لئے A Complete code or way of life کی مفصل تشریحی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔

خلیفہ عبدالحکیم مرحوم کا فکر اس مسئلے پر بالکل واضح اور راسخ العقیدہ جمہور مسلمانوں کے فہم اسلام کی پرزور پیرائے میں تائید کرتا ہے۔ چنانچہ آپ کی اہم تصنیف ''اسلامک آئیڈیالوجی'' کے ابتدایئے میں درج ذیل سطور لائق توجہ ہیں:

1- Islam was not satisfied with preaching only broad principles, it was considered essential to create a system and a discipline which should embody those principles in individual and social life. It is a complete code of life based on a definite out look on life.

2- The Muslims believe that the essentials of Islam are eternal and so is the system called Shariat. The belief of the author is that the essential framework of the Shariat too, which can be studied from the teachings of the Quran and the authentic sayings and practices of the Prophet, rests on eternal verities. It is a creed that can never become outworn.

اسی طرح علامہ اقبالؒ پر اپنی ضخیم اور انتہائی وقیع کتاب ''فکرِ اقبال'' کے صفحہ 282 پر رقم طراز ہیں:

''اسلام دین اور دنیاوی زندگی کی تقسیم وتفریق کا قائل نہیں اس کی وحدت زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے۔ دنیا کو ایک خاص زاویۂ نگاہ سے برتنا ہی دین ہے۔''

خلیفہ صاحب کے انتقال کے بعد مرحوم جسٹس ایس اے رحمان کے پیش لفظ کے ساتھ شائع ہونے والی کتاب The Prophet and His message کے باب بعنوان ''اسلام اور ڈیموکریسی'' میں ایک آئیڈیل اسلامی ریاست اور ہیئت اجتماعیہ کے اہم خدوخال فاضل مصنف نے چودہ نکات میں پیش کئے ہیں۔ جن میں سے مندرجہ ذیل تین موضوع زیرِ بحث کے اعتبار سے نہایت اہم ہیں اور جو خلیفہ صاحب کی اصابتِ رائے پر دال ہیں۔

1- Sovereignty belongs to God alone whose chief attributes are wisdom, justice and love. He desires human beings to assimilate there attributes in their thoughts, words and deeds.

2- An Islamic state is not theocratic but ideological. The rights and duties of its citizens shall be determined by the extent to which they identify themselves with this ideology.

3- There shall be no special class of priests in an Islamic society though persons leading better religious life and possessing better knowledge of religious affairs have a legitimate claim to honour. They shall enjoy no speical privileges legal or economic.

اختتامی پیراگراف میں لکھتے ہیں:

These are the fundamentals of an Islamic constitution that are unalterable. No ruler or majority possesses any right to tamper with them or alter them. This is eternal Islam rooted in the God-Centred humanity.

ہمارے ہاں کے بعض دانشور جو بزعم خویش روشن خیال' بالغ نظر' بیدار مغز اور ترقی پسند بنایا کہلوانا چاہتے ہیں' قرآن اور نبی اکرمؐ کی تعلیمات میں جمود اور ناگوار قطعیت کے شاکی نظر آتے ہیں لیکن سطور بالا میں خلیفہ عبدالحکیم اسلام کے اساسی احکام کو غیر متبدل (Unalterable) قرار دے رہے ہیں اور جمہور کو بھی ان میں کسی تبدیلی کا مجاز قرار نہیں دیتے۔ اسی طرح یہ حضرات سمجھتے ہیں کہ قانون' ریاست اور حکومت کے معاملات میں دین کے عمل دخل کا لازمی نتیجہ تاریخی طور پر دنیائے عیسائیت کی تھیوکریسی ہے۔ حالانکہ یہ بات علمی طور پر قطعاً غلط اور لغو ہے۔ خلیفہ عبدالحکیم مرحوم کے اوپر دیئے گئے انگریزی اقتباسات سے بھی اس کی تائید وتصویب ہوتی ہے۔ اردو میں ان کی مزید تشریح خود ان ہی کے الفاظ میں سنئے تاکہ کسی کو میری ترجمانی پر اعتراض کی گنجائش نہ رہے۔ ''فکر اقبال'' کے صفحہ 682 پر رقمطراز ہیں:

''اسلام کے نزدیک مملکت وحدت آفرینی کی کوشش اور روحانیت کو عملی جامہ پہنانے کا ایک وسیلہ ہے۔ اسلام فقط انہی معنوں میں تھیوکریسی یا دینی مملکت ہے۔ اسلام کو تھیوکریسی کے عیسوی اور مغربی مفہوم سے کوئی واسطہ نہیں۔ ہمارے ہاں پاپائے معصوم وآمر اور کلیسا اور پروہتوں کا نظام نہیں جو مغربی انداز کی تھیوکریسی پیدا کرتا ہے۔''

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

امتِ محمدیہؐ کا المیہ

بنت محمد علی ابراھیم

مورخہ 11 جون 2004ء بروز جمعۃ المبارک بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی میں خطبۂ جمعہ دیا۔ راقم کو بھی اس میں شرکت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

اکیڈمی پہنچنے پر ایک پولیس والا اور ایک تنظیمی بھائی چیکنگ کے لئے اکیڈمی کے گیٹ پر موجود تھے۔ انہوں نے سکینر سے والد صاحب کی چیکنگ کی اور ہمارے بیگز اور پرس بھی چیک کئے۔ پرس میں موجود چابیوں کی وجہ سے سکینر الارمنگ ٹون دینے لگا جبکہ بیگ میں موبائل تھا جسکی وجہ سے الارم بجنے لگا۔ الارم بجنے کی وجہ سے محترم تنظیمی بھائی نے فرمایا کہ اس پرس کو کھولئے۔ ہم نے بیگ اور پرس چیک کرایا۔ خواتین کے احاطے میں داخل ہوتے ہی راقم کی بڑی بہن نے اس نئی پیش آنے والی صورتحال سے کافی پریشان ہوگئیں تھیں۔ ان کے ہاتھ سے بیگ وغیرہ گر گیا اور ہمارے دوپٹے اور اور ڈائری وغیرہ سب بکھر گئیں۔ ہم سب کی زبان سے یکدم یہ نکلا تھا کہ ''یہ بہت بڑا المیہ ہے''

راقم کو اس چیکنگ سسٹم پر ذرہ برابر اعتراض نہیں ہے بلکہ یہ حفاظتی اقدام ہونا چاہئے کیونکہ مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔ انتظامیہ نے انتہائی احترام کے ساتھ یہ چیکنگ کی۔ لیکن رونا اس بات کا ہے کہ اللہ کی مسجدیں جہاں مومن اذان سنتے ہی کشاں کشاں چلے آتے ہیں' اتنی غیر محفوظ ہوگئیں ہیں کہ ان کے اندر جانے سے پہلے چیکنگ ضروری ہوگئی ہے۔ دورانِ خطبہ راقم کے ذہن میں یہ جھماکے ہوتے رہے کہ ہم مسلمانوں پر اللہ کس طرح اپنی رحمت کے دروازے کھولے گا۔ جبکہ ہم نے اس کے گھروں کو اس سے خالی کر دیا ہے۔

محترم ڈاکٹر صاحب خطبے میں یہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ہم پاکستانیوں پر بھی عذاب آنے والا ہے۔ بلکہ آ گیا ہے لیکن اس کی نوعیت مختلف ہے۔ ذہن میں یہی پوائنٹ آیا کہ شاید یہ عذاب ہی ہو کہ اللہ کی مسجد امن والی جگہ اللہ کے بندوں پر تنگ ہو جائے۔ سورۂ توبہ کی آیت 118 ذہن میں آئی کہ جب تین صحابہ رضی اللہ عنہم نے جہاد کے بارے میں سستی کا مظاہرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر زمین تنگ کر دی اور وہ اپنی جانوں کو بھاری سمجھنے لگے۔ آج پوری امتِ مسلمہ نے اللہ کے دین سے بے وفائی کی ہوئی ہے تو کیا ہم پر زمین اور اللہ کی مسجدیں تنگ نہیں ہوگئیں۔ اللہ کی مسجدوں میں بندے اللہ کو تلاش کرنے آتے ہیں۔ اب مسجدوں میں پہلے ہمیں اپنی تلاشی دینی ہوتی ہے کیا یہ عذاب نہیں؟ کراچی شہر میں جمعہ کے تمام اجتماعات میں سب کی تلاشی لی گئی ہے لیکن لوگوں کی اکثریت نے اس کو ایک مذاق یا تفریح سے زیادہ محسوس نہیں کیا۔ راقم کو چیکنگ کرنے والوں یا انتظامیہ سے کوئی شکایت نہیں بلکہ اپنی حفاظت اور مدافعت کے Steps لینے پر تو قرآن نے ہی زور دیا ہے اور یہ اکیڈمی کی انتظامیہ کا خلوص' امن سے محبت' نیکی اور انسانیت کے احترام کی ہی ایک مثال ہے۔ ہماری مجبوری یہ ہے کہ اس فتنے اور بدامنی کے دور میں ایسا کرنا ضروری تھا۔ بلکہ چیکنگ پر معمور دونوں حضرات با آواز بلند سب لوگوں سے یہ ہی کہہ رہے تھے کہ بھائی زحمت معاف کیا کریں' مجبور ہیں' بھائی برا نہ مانیں۔ اور یہ سکینر بھی تمام مساجد والوں کے لئے ایک extra خرچہ ہے۔ ظاہر ہے حکومت نے تو یہ Provide نہیں کیا ہوگا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یہ اللہ کے عذاب کی ایک جھلک اور علامت ہے۔ ہمیں اب بھی نصیحت پکڑ لینی چاہئے۔ اپنے دلوں کو ٹٹول کر ڈر جانا چاہئے۔ فوراً اللہ کے دین کو اختیار کرنا چاہئے۔ ہمیں اللہ سے اپنی Loyality کا اظہار کرنا ہوگا۔ تاکہ ہم پر اللہ کی زمین اور امن والے گھر کشادہ کریں۔ اللہ ہم سب کو ہر مسئلے کا حل' غیرت و حمیت اور امت مسلمہ کے وسیع تر مفاد کے Perspective میں دیکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

❀ ❀ ❀

فریداللہ مروت

دعا اور مصیبت

دعا کے بارے میں ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کے ارشادات:

دعا عبادت کا مغز اور جوہر ہے۔	دعا سے زیادہ عزت والی چیز کوئی نہیں۔
دعا تمام تدبیروں سے زیادہ مفید ہے	دعا سب سے بڑی عبادت ہے۔
دعا نہ مانگنے والے پر اللہ ناراض ہوتا ہے۔	دعا کے لئے اکلِ حلال ضروری ہے۔
دعا مانگنے والا کبھی محروم نہیں ہوتا۔	دعا مسلمان کا بہترین ہتھیار ہے۔
دعا زمین و آسمان کا نور ہے۔	دعا غم اور خوشی دونوں حالتوں میں مانگو۔
دعا کی برکت سے مصیبت ٹل جاتی ہے۔	دعا قضاء کو ہٹا دیتی ہے۔
دعا جنت کے دروازے کھول دیتی ہے۔	دعا آخرت میں ذخیرہ کر دی جاتی ہے۔
دعا کرنے میں ہمت نہ ہارو۔	دعا میں جلد بازی سے کام نہ لو۔
دعا خلوص اور رغبت سے مانگو۔	دعا کے لئے حضورِ قلب ضروری ہے
دعا سے پہلے اللہ کی حمد اور نبیؐ پر درود پڑھو۔	دعا کے آخر میں آمین کہہ کر ختم کرو۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ''تمہارے لئے دعا بہت ہی فائدہ مند ہے ان مصیبتوں میں جو کہ نازل ہو چکی ہیں اور ان مصیبتوں میں جو ابھی نازل نہیں ہوئیں۔ پس اٹھو اے خدا کے بندو! اور دعا کا اہتمام کرو۔'' (ترمذی شریف)

دعائے صحت کی اپیل

ڈاکٹر عبدالخالق ناظم نشر و اشاعت کے والد محترم و سابق پرنسپل قرآن کالج احمد شفیع چوہدری صاحب' شدید علیل اور کمزور ہو چکے ہیں۔ رفقاء و احباب اور قارئین ندائے خلافت سے استدعا ہے کہ وہ ان کے لئے جلد بحالیٔ صحت کی دعا کریں۔ شکریہ!

دعوتِ دین سے غلبۂ دین تک

عبداللہ' پشاور

"تکبیر مسلسل" ایک روزنامہ کے کالم کا عنوان ہے جس کے تحت وقتاً فوقتاً تجدد پسندی کے مظاہرے ہوتے رہتے ہیں۔ محترم کالم نویس کبھی دور کی کوڑی لاتے ہیں اور تحریر فرماتے ہیں کہ "حجاب" نام کی کوئی چیز قرآن میں نہیں ہے' یہ تو ایک تمدنی ضرورت ہے ورنہ اسلام اس حوالے سے کوئی تقاضا نہیں کرتا۔ حال ہی میں موصوف نے ایک اور شوشہ چھوڑا ہے کہ اسلام صرف دعوتِ دین کا نام ہے اور غلبۂ دین تو نتیجہ ہے پچھلے کئی عشروں سے مسلمانوں کے فکر و عمل پر سیاست کے غالب ہونے کا۔ دین تو اول و آخر دعوت کا نام ہے۔ مسلمانوں کے کرنے کا واحد کام یہی ہے کہ وہ دین کی دعوت دیتے رہیں۔ جہاں تک غلبۂ دین اور شہادت کا تعلق ہے وہ صحابہ کرامؓ کے ساتھ خاص تھا' اب مسلمانوں پر اس طرح کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ اسے کیا کہیے خود فریبی کہ خدا فریبی!

محترم کالم نگار نے اپنے موقف کی سند کے لئے اپنے استاد گرامی کا حوالہ دیا ہے۔ ہم موصوف کے استاد (جاوید احمد غامدی) کے استاد (مولانا امین احسن اصلاحی مرحوم و مغفور) کے حوالے سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کریں گے کہ دعوتِ دین' غلبۂ دین ہی کا ایک مرحلہ ہے۔

مولانا اصلاحی کی شاہکار تفسیر "تدبر قرآن" ہمارے سامنے ہے اس کے مختلف مقامات سے اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں' جو اس امر کی وضاحت کریں گے کہ امت مسلمہ کے کرنے کا کام کیا ہے اور یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ قرآن اس امت کا مقام اور منصب دعوت دین کے ساتھ ساتھ قیام نظام خلافت بیان کرتا ہے۔ سورہ بقرہ کی آیت نمبر **143** کے حوالے سے مولانا لکھتے ہیں:

"یہ امت وسط کے فریضۂ منصبی اور اس کے قیام کی ضرورت کا بیان ہے۔ عالم انسانیت کی سب سے بڑی ضرورت اگر کوئی ہو سکتی تھی تو یہی ہو سکتی تھی کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسی امت برپا کرے جو خدا کی سیدھی راہ پر قائم ہو' جو اللہ کے رسول ﷺ کے ذریعہ سے اصل دین کی حامل بنے اور پھر رہتی دنیا تک لوگوں کے سامنے اس دین کی گواہی دے۔ آگے لکھتے ہیں:

"رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ ہو' سے یہ بات واضح طور پر نکلتی ہے کہ شہادت علی الناس کا جو فرض آنحضرتؐ پر بحیثیت رسولؐ کے تھا' آپؐ کے بعد آپؐ کی امت کی طرف منتقل ہوا اور اب یہ اس امت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر دور' ہر ملک اور ہر زبان میں لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے دین کی گواہی دے' اگر وہ اس فرض میں کوتاہی کرے گی تو اس دنیا کی گمراہیوں کے نتائج بھگتنے میں دوسروں کے ساتھ وہ بھی برابر کی شریک ہوگی۔" (تدبر قرآن' جلد اول صفحہ **364' 365**)

سورۂ آل عمران کی آیت نمبر **104** کی تفسیر میں مولانا مرحوم لکھتے ہیں:

"اس امت کو اس انتظام و اہتمام کی ہدایت فرمائی گئی ہے جو اعتصام بحبل اللہ پر قائم رہنے اور لوگوں کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ اس مقصد کے لئے یہ ہدایت ہوئی کہ مسلمان اپنے اندر سے ایک گروہ کو اس کام پر مقرر کریں کہ جو لوگوں کو نیکی اور بھلائی کی دعوت دے' معروف کا حکم کرے اور منکر سے روکے۔ معروف و منکر سے مراد شریعت اور سوسائٹی دونوں کی معروفات و منکرات ہیں اور ان کے لئے امر و نہی کے جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں' ان کا غالب قرینہ یہی ہے کہ یہ کام مجرد وعظ و تلقین ہی سے نہیں انجام دینا ہے بلکہ اختیار اور قوت سے اس کو نافذ کرنا ہے جو بغیر اس کے ممکن نہیں کہ یہ گروہ امت کی طرف سے سیاسی اقتدار و اختیار کا حامل ہو۔ اگر تنہا دعوت و تبلیغ ہی سے یہ کام پیش نظر ہوتا تو اس مطلب کو ادا کرنے کے لئے "**یدعون الی الخیر**" کے الفاظ کافی تھے' **یامرون بالمعروف** کی ضرورت نہیں تھی۔ ہمارے نزدیک اس آیت سے اس امت کے اندر خلافت کے قیام کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ (تدبر قرآن' جلد دوم صفحہ **154' 155**)

سورۂ حج کی آخری آیت (**78**) جس کا حوالہ معزز کالم نگار نے بھی دیا ہے کی تفسیر کرتے ہوئے مولانا مرحوم و مغفور یوں رقم طراز ہیں:

"اور اسی طرح ہم نے تم کو ایک ایسی امت بنایا جو وسط شاہراہ پر قائم ہے تاکہ تم لوگوں پر اللہ کے دین کی گواہی (شہادت) دینے والے بنو اور رسول تم پر اللہ کے دین کی گواہی دیں' یہ اس انتخاب کا مقصد بیان ہوا ہے کہ اللہ نے تمہارا انتخاب سب کو معزول کر کے اس لئے فرمایا ہے کہ جس طرح اللہ کا رسول تم پر اللہ کے دین کی گواہی دے اسی طرح اب تم قیامت تک خلق پر اللہ کے دین کی گواہی دینے والے بنو' تمہارے وجود کا مقصد اور تمہارے اصطفاء و اجتباء کی غایت یہی ہے۔

متذکرہ بالا حوالہ جات اس امر کی وضاحت کے لئے کافی ہیں کہ دین اسلام مسلمانوں سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ دعوت دین کے ساتھ ساتھ خلق خدا پر اتمام حجت کریں کہ رب کا دین اس سے کیا چاہتا ہے۔ اس کی سب سے موثر صورت یہ ہوگی کہ وہ اسلام کے عادلانہ نظام کو دنیا کے کسی ایک خطے میں قائم و نافذ و غالب کریں تاکہ دنیا اس نمونے کو دیکھ لے جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی بھلائی کے لئے اپنے آخری رسولؐ پر نازل فرمایا۔ جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کا عملی نمونہ قائم کر کے دکھایا' بالکل اسی طرح تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس نظام عدل و قسط کو غالب کرنے کی کوشش کریں تاکہ دنیا امن و سکون کا گہوارہ بن جائے۔

اس دور میں ہمارے دانشوروں کی تن آسانی نے انہیں آسان راہ دکھا دی ہے کہ دین کی گواہی دینا تو صحابہ کرامؓ کا کام تھا اور دین کو غالب کرنا صرف نبی اکرمؐ کی ذمہ داری تھی جو انہوں نے جزیرہ نما عرب میں کر کے دکھایا۔ اب ہمارے لئے نہ دین کی شہادت قائم کرنا ضروری ہے' اور نہ ہی دین کو غالب کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ یہ سراسر دھوکہ اور خود فریبی ہے۔ ایسے لوگ اگر کسی مغالطے میں ہیں تو ان کے لئے دعا کی جا سکتی ہے کہ اللہ انہیں راہ حق دکھائے اور اگر وہ جان بوجھ کر مغالطے پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں' تو انہیں ایک دن رب کے حضور پیش ہونا ہے' وہاں حقیقت کھل جائے گی۔

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعۃ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ. آمین!

خطاب جمعہ - والیم-VI

جس میں 7 مارچ 2003 تا 21 نومبر 2003 تک کے تمام خطابات جمع کیجا کر دیے گئے ہیں

مقررین:

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب (بانی تنظیم اسلامی)

حافظ عاکف سعید صاحب (امیر تنظیم اسلامی)

عبد الرزاق صاحب (ناظم اعلیٰ تحریک خلافت پاکستان)

رحمت اللہ بٹر صاحب (ناظم دعوت)

شاہد اسلم صاحب (ناظم تربیت)

پیشکش: شعبہ سمع و بصر

ملنے کا پتہ: مکتبہ خدام القرآن

قرآن اکیڈمی K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور

فون: 92-42-5869501-03 فیکس: 92-42-5834000

www.tanzeem.org e-mail:info@tanzeem.org

شہر بہ شہر، قصبہ بہ قصبہ "تنظیم اسلامی" کی سرگرمیاں اور اطلاعات

تنظیم اسلامی جار باجوڑ میں تفہیم دین کورس

تنظیم اسلامی جار باجوڑ کے زیر انتظام تفہیم دین کورس جار (مُلا کلے) باجوڑ ایجنسی میں منعقد کیا گیا۔ یہ کورس بروز ہفتہ 12 جون 2004ء کو بعد نماز عصر تنظیم خار باجوڑ کے امیر جناب ڈاکٹر فیض الرحمٰن کے خطاب سے شروع ہوا۔ موضوع تھا "اقامت دین کیا؟ کیوں؟ اور کیسے؟" آپ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اقامت دین کا مطلب ہے "انفرادی و اجتماعی زندگی کو دین اسلام کے تابع بنانا" اقامت دین اضافی نیکی نہیں بلکہ یہ ہمارے دین کا لازمی تقاضا ہے۔

پروگرام کا اگلا موضوع تھا "دین و مذہب کا فرق" مقرر تھے تنظیم جار باجوڑ کے امیر جناب حاجی گل رحمٰن صاحب۔ آپ نے قرآن پاک کی آیات مبارکہ اور عربی زبان کے مختلف مقولوں سے دین و مذہب کا فرق واضح کیا۔ نماز مغرب کے بعد موضوع تھا "اقامت دین کا نبوی طریقہ کار" جس پر ناظم حلقہ سرحد شمالی جناب مولانا غلام اللہ حقانی نے نہایت مدلل انداز میں خطاب کیا۔ آپ نے فرمایا کہ "امت مسلمہ کی سب سے بڑی ضرورت منہج نبویؐ کے مطابق انقلاب برپا کرنا ہے۔ اسی لفظ سے مغرب کو شدید خطرہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا فوکس اسلامی ممالک پر ہے۔ امت مسلمہ میں جذبوں اور قربانی کی کمی نہیں لیکن اسے صحیح نہج پر ڈالنا ضروری ہے تاکہ مسلمانوں کی توانائیاں ضائع ہونے سے بچ سکیں۔" آپ نے انقلاب کے چھ مراحل پر تفصیل سے بحث کی۔

نماز عشاء کے بعد مولانا غلام اللہ خان حقانی صاحب نے "نیو ورلڈ آرڈر اور دجالی تہذیب" کے موضوع پر خطاب کیا۔ آپ نے فرمایا کہ "نیو ورلڈ آرڈر دراصل جیو ورلڈ آرڈر (Jews World Order) ہے۔ موجودہ مغربی نظام دراصل دجالی نظام ہے۔ مغرب نے پوری دنیا کی معیشت پر قبضہ کر رکھا ہے۔

اس اجتماع میں سوال و جواب کی نشست بھی رکھی گئی۔ اگلے روز نماز فجر کے بعد ڈاکٹر فیض الرحمٰن صاحب نے درس قرآن دیا اور اس طرح یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ مہمانوں کے لئے کولڈ ڈرنک اور قیام وطعام کا انتظام الھدیٰ پبلک سکول ملا کلے (جار) میں کیا گیا تھا۔ اس پروگرام میں اوسطاً سو افراد نے شرکت کی۔ شرکاء نے اس پروگرام کو بہت پسند کیا۔

(رپورٹ: محمد سعید معتمد تنظیم جار باجوڑ)

اسرہ اُوچ کی دعوتی سرگرمیاں

20 جون بعد از نماز عشاء اسرہ اُوچ کے زیر انتظام ایک دعوتی پروگرام منعقد ہوا۔ موضوع تھا: "دجالی نظام، ابلیس کا آخری وار"۔ مولانا غلام اللہ خان حقانی ناظم دعوت حلقہ سرحد شمالی پروگرام میں خصوصی طور پر مدعو کیے گئے تھے۔ پروگرام کے لئے باقاعدہ تشہیری مہم چلائی گئی۔ موضوع دلچسپ ہونے کی وجہ سے لوگوں نے توقع سے بڑھ کر شرکت کی۔ مولانا حقانی نے فرمایا کہ

تاریخ انسانی میں ابلیسی وار اور دجالی ہتھکنڈے اگرچہ مختلف رہے ہیں، لیکن اپنے مقصد کے لحاظ سے ان میں کوئی فرق نہیں۔ چنانچہ کہیں تو انسانیت پر یہ وار سیاسی جبر کے روپ میں کیا گیا ہے۔ کہیں یہ وار معاشی استحصال کی شکل میں کیا گیا ہے اور کہیں معاشرتی اقدار کو تلپٹ کر کے شرم وحیا اور غیرت وحمیت کو نشانہ بنایا گیا۔

آپ نے کہا کہ ابلیس اور دجال کے ان ہتھکنڈوں کے لئے ڈھال ایمان بالغیب ہے۔ ایمان باللہ، ایمان بالرسالۃ اور ایمان بالآخرۃ کو اگر قرآن کے اعلیٰ علمی سطح پر اپنایا جائے تو وہ جماعت وجود میں آسکتی ہے جسے قرآن حزب اللہ سے تعبیر کرتا ہے، اور جو واقعی حقیقی بنیادوں پر حزب الشیطان کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ بلکہ اس نظام باطل کے مقابلہ میں سرخرو ہو سکتی ہے۔ قرآن اعلان کرتا ہے۔ "اور تم ہی سرخرو ہو گے۔ اگر تم صاحب ایمان ہوئے۔"

بیان میں سکول و کالج اور مدارس کے طلباء نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ اجتماعی دعا کے ساتھ پروگرام اختتام کو پہنچا۔

(حاجی قاسم نقیب اسرہ اُوچ)

حلقہ خواتین لاہور وسطی کا دعوتی پروگرام

تنظیم اسلامی لاہور وسطی حلقہ خواتین کے زیر اہتمام 6 مئی بروز جمعرات صبح گیارہ بجے اردو بازار کے دفتر میں پروگرام منعقد ہوا۔ جس کے لئے خصوصی طور پر ناظمہ تربیت صاحبہ کو دعوت دی گئی۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ جس کی سعادت اسرہ اردو بازار کی ایک رفیقہ کو ملی۔ بعد ازاں ناظمہ تربیت صاحبہ سے رفیقات کا تعارف ہوا۔ اس کے بعد ناظمہ صاحبہ نے سورۃ الحجرات کے رکوع نمبر 2 کی پہلی دو آیات کی روشنی میں بڑے خوبصورت اور آسان فہم انداز میں درس دیا۔ آپ نے بڑے پیارے انداز میں تین انفرادی اور تین مجلسی برائیوں کا ذکر کیا، ان برائیوں کی شناخت کروائی اور ان سے بچنے کے لئے علاج بھی بتایا۔ آپ نے ان برائیوں کی ہولناکی کو بیان کرتے ہوئے واضح کیا کہ کس طرح یہ ہماری اجتماعی زندگی کو نقصان پہنچاتی ہیں۔

اس کے بعد سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ آخر میں ناظمہ صاحبہ کی دعا پر یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ تقریباً 35 خواتین و رفیقات نے اس پروگرام میں شرکت کی۔ ہر ماہ کی پہلی بدھ کو صبح ساڑھے دس 1 بجے اسی جگہ (اردو بازار دفتر) میں پروگرام ہوا کرے گا۔ (ان شاء اللہ)

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس سلسلے کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور جو کچھ ہم نے سنا ہے اس پر ہمیں عمل کی توفیق دے اور ہماری کوتاہیوں سے درگزر کرے۔ آمین!

کیا فرق ہے؟

اشفاق احمد کہتے ہیں:

ایک دفعہ ایک سوال نے مجھے بہت ڈسٹرب کیا، میں نے اپنے ملنے والوں سے اکثر پوچھا لیکن میرا دل مطمئن نہ ہوا۔ سوال تھا "مسلمان اور مومن میں کیا فرق ہے؟"

ایسے میں ایک دن ایک گاؤں سے گزرا، میں نے ایک بزرگ کو دیکھا جو گنے کا رس نکال رہے تھے۔ میرے دل میں جانے کیا خیال آیا میں نے ان باباجی سے وہ سوال پوچھا۔

باباجی! کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں "مسلمان اور مومن میں کیا فرق ہے؟" باباجی نے سر اٹھایا اور کہا...... "مسلمان وہ ہے جو خدا کو مانتا ہے اور مومن وہ ہے جو خدا کی مانتا ہے۔"

3 روزہ تفہیم دین کورس

آغاز مورخہ 25 تا 27 جولائی 2004ء

بمقام مسجد مہاجرین پھالیہ روڈ، پھالیہ شہر

صبح 9 بجے تا 11 بجے تک

الداعی الیٰ الخیر: تنظیم اسلامی، پھالیہ

دعائے مغفرت

☆ قرآن اکیڈمی کے شعبہ تحقیق اسلامی کے کارکن ندیم سہیل کی والدہ صاحبہ گزشتہ دنوں فوت ہو گئی ہیں۔ رفقاء و احباب اور قارئین ندائے خلافت سے مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت اور لواحقین کے لئے صبر جمیل کی درخواست ہے۔

Islamism as embraced by the likes of Musharraf is a global affliction whose victims count peoples of almost all religions and societies. Non-Muslims are losing their lives in Iraq and Afghanistan to it because they are being convinced that other than the much-lied-about Weapons of Mass Destruction, they are also fighting a war against ideas of mass destruction in the Muslim world. They are on a mission to humanise Muslims. Islamists in the garb of "moderates" are fully backing the war lords in Washington to promote the myth that any end to US occupations without installing secular puppets and imposing Islam-free constitutions will pave the way for the success of Islamic movements.

Islamism is perhaps the most hidden, misunderstood, vibrant and coherent ideological movement in the world today. Muslims and non-Muslims must cooperate to understand the phenomenon and identify the real culprits — neo-cons and their fellow Islamists, known as "moderate" — before battling this scourge.

End Notes

[1] All Muslims who call themselves "moderates," "enlightened moderates," "liberals," or "progressive" Muslims, mostly to make themselves presentable and acceptable in the Western world, or for some other personal gains — ignoring the fact that moderation is the basic requirement. A Muslim cannot be a Muslim without being moderate. A true Muslim does not need a badge for moderation. He/she is moderate by default. Similar fallacies, associated with "liberal" and "progressive" Muslims and Islam have now been fully exposed.

[2] Daniel Pipes, "Distinguishing between Islam and Islamism," Center for Strategic and International Studies, June 30, 1998 http://www.danielpipes.org/article/954

[3] Ibid. Pipes, "Distinguishing between Islam and Islamism."

[4] Ibid. Pipes, "Distinguishing between Islam and Islamism."

[5] Ibid. Pipes, "Distinguishing between Islam and Islamism." All other quotes from Pipes are taken from the same write up, unless mentioned otherwise.

ضرورت رشتہ

بیٹا عمر 29 سال دراز قد اعلیٰ عہدہ پر فائز کے لئے دیندار پڑھی لکھی فیملی سے دراز قد لڑکی کا رشتہ مطلوب ہے۔
رابطہ: 5861437-0333-4229009

QURAN COLLEGE OF ARTS & SCIENCE
Registered & Recognised by the BISE Lahore

دنیوی اور دینی تعلیم کا حسین امتزاج

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس

نگران وسرپرست: ڈاکٹر اسرار احمد

Classes:

- FA (Arts Group)
- FA (General Science)
- I.Com (Banking/Computer)
- ICS (Math+Stat+Computer Science)
- ICS (Math+Physics+ Computer Science)
- BA (Economics+Maths)
- BA (Other Combinations)

داخلے جاری ہیں

- ایک مکمل تعلیمی و تربیتی پروگرام
- بنیادی دینی تعلیم کا خصوصی اہتمام
- بورڈ اور یونیورسٹی کے نصاب تعلیم کی معیاری تدریس
- آڈیو اور ویڈیو سہولتوں سے آراستہ
- لاہور کے خوبصورت اور پرسکون علاقے میں شاندار عمارت
- انتہائی محنتی اور قابل اساتذہ
- ہم نصابی سرگرمیوں میں تحریر و تقریر پر خصوصی توجہ
- مثالی نظم و ضبط
- وسیع و عریض، قابل دید، ایئر کنڈیشنڈ آڈیٹوریم
- ہاسٹل کی محدود سہولت، فرنشڈ کمرے
- کمپیوٹر ایپلیکیشنز میں Office 2000 کی لازمی اور مفت تعلیم

مزید تفصیلات کے لئے درج ذیل پتے سے پراسپیکٹس طلب کیجئے

قرآن کالج 191 اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ☎ 5833637

النصر لیب

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹروں کی زیرنگرانی ادارہ ایک ہی چھت کے نیچے تمام اقسام کے معیاری لیبارٹری ٹیسٹ، ایکسرے، ای سی جی اور الٹرا ساؤنڈ کی سہولیات

محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی نگاہ میں قابل اعتماد ادارہ

خصوصی پیکج: خصوصی میڈیکل چیک اپ ☆ الٹرا ساؤنڈ ☆ ای سی جی ☆ ہارٹ ☆ ایکسرے چیسٹ ☆ لیور ☆ کڈنی ☆ جوڑوں سے متعلقہ متعدد ٹیسٹ/ہیپاٹائٹس بی اور سی ☆ بلڈ گروپ ☆ بلڈ شوگر ☆ مکمل بلڈ اور مکمل پیشاب ٹیسٹ صرف 1500 روپے میں کروائیں۔

ISO 9001:2000
QMS CERTIFIED CLINICAL LAB
BY MOODY INTERNATIONAL

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔

النصر لیب: 950۔بی، مولانا شوکت علی روڈ، فیصل ٹاؤن (نزد راوی ریسٹورنٹ) لاہور
فون: 5162185-5163924 موبائل: 0300-8400944
E-mail: alnasar@brain.net.pk Website: www.alnasar.com.pk

proclaim to belong to these groups of pluckers deserve to be called as Islamists, because they proudly wear badges of "moderate" and other forms of Islam promoted by the US and its allies for the obvious worldly gains. They are also the promoters of labels for other Muslims, who reject such classifications and detest the labels put on them.

The simple reason for the Islam-bashers' promoting their Muslim mercenaries in a "war within Islam" as "moderates" and labeling other Muslims as Islamists and their adherence to the core message of Islam as Islamism is that they do not want Islam to challenge the status quo. Islam as a socio-politico, and religio-economic whole is not acceptable. In their view "Islamism turns the bits and pieces within Islam that deal with politics, economics, and military affairs into a sustained and systematic program." [5] Thus, the sustained and systematic alternative to the modern forms of tyranny is the threat.

They realize that "the bits and pieces" within Islam remain bits and pieces, not Islam, until applied and implemented as a whole. When the New York Times carries a margin to margin headline that reads "Red Menace is Gone but Here's Islam," it does not say Islamism. It says Islam. It makes little difference when for silencing Muslim analysts, who argue that the war on Islam is on, presentations are twisted with the argument: "No! No! we are only against Islamism, and political Islam."

All these spin doctors understand that Islam is not an "ism" but definitely a threat to the systematic injustice and oppression around the globe. That's why they have to promote Islamism and streamline it through Islamists — the neo-mods of Islam — for weakening Islam and working as a secular bulwarks to check Islam from undermining the foundations of global tyranny.

What is blamed on Muslims is exactly what is practiced by the West-sponsored-Islamists called "moderates." They claim the "fundamentalists" offer "a way of approaching and controlling state power." They claim the "extremists" rely "on state power for coercive purposes." The hypothetical fear to scare people of a future threat is actually in operation before our eyes. We only need to open eyes and see who is controlling state power in Pakistan, Turkey, Egypt, Algeria and so on, and who is relying on state power for coercive purposes?

Islamism is, in other words, yet another unexposed 21st century radical utopian scheme of the neo-cons. Its success so far can be judged from the fact that with every mention of the word "Islamist," leaders of some gun totting Islamic movement come to mind, not the American puppets imposed on Muslims in country after country. The reality, however, is exactly the opposite of what we perceive.

Daniel Pipes claims that Islamism looks forward to "a total transformation of traditional Islam." See who is asking for total transformation of Islam, the non-violent Islamic movements or the neo-mods of Islam? Islamic movements want a return to the straight path without undue innovations for pleasing others. Thus even by the Pipes's standards, the neo-mods ("moderates," et al) are Islamists. The rest are Muslims looking forward only to implementation of Islam without any unnecessary transformation and reinterpretation for worldly gains alone.

Islamism, as the Islam-bashers present it, is not an ideology that deal with the problems of "urban living, of working women and others at the cutting edge, and not the traditional concerns of farmers." Or as Olivier Roy, the French scholar, puts it, "Rather than a reaction against the modernization of Muslim societies, Islamism is a product of it."

Muslims' desire to live by Islam in a free Islamic State is a reaction to the problems due to secularism, materialism, and tyrannies imposed on them in the name of democracy and liberation. They do not want to live by Islamism under the rule of Islamists like Musharraf, who periodically come out with new acceptable-to-Washington concepts of Islam. Islamic movements are a reaction to demoralization, stagnation and the Muslim societies' reeling under oppression.

Islamism, on the other hand, is actually a reaction of the Islam-bashers to these Islamic movements. Islamism is neither a medieval program of Muslim, nor does it responds to the stress and strains of the twentieth century. Islamism is promotion of divisions among Muslims and promoting a "war within Islam" with the help of neo-mods of Islam, who could appropriately be labeled as Islamists, bent upon, in Margaret terms, plucking the different tulips out or changing all of them to red.

The reason more and more educated people join Islamic movements is that they have seen both faces of the world. Pipes admits that Islamic movement "is led by capable people coping with the rough and tumble of modern life.... I am always fascinated to note how many Islamist leaders (for example in Turkey and Jordan) are engineers." They join the movement for implementing Islam. Islamism is the label given to their struggle by those working to undermine Islam and to discredit, isolate and demonize the movement for living by Islam. Islamism and Islamic movement are thus antithetical to each other.

Religion, "-ism" and Islam clearly stand from each other. Islam is not a religion like Judaism and Christianity that could be limited to rituals alone. Nor are the Islamic movements based on some utopian ideology like fascism and Marxism. The proof lies in Daniel Pipes testimony: "The prophet Muhammad fled the city of Mecca in A.D. 622. By 630, only eight years later, he was back in Mecca, now as ruler. The Muslims began as an obscure group in Arabia and within a century ruled a territory from Spain to India. In the year 1000, say, Islam was on top no matter what index of worldly success one looks at -- health, wealth, literacy, culture, power."

Does anyone see utopia in the mission of Islamic movements when looked in the light of this statement from an arch enemy of Islam? Utopia is something hypothetical, imaginary and impossible scheme. What the recently galvanized movement among Muslims aim for has a successfully implemented precedent, which no one can deny.

Does anyone see in the above mentioned statement from Daniel Pipes that paths of faith and power are parted in Islam? Note the words "ruler" and "ruled" in the above statement. Who can think of ruling for centuries without power? Also note the list, "health, wealth, literacy, culture and power." A people could only be on top in all these fields if they had taken and implemented Islam as a whole, and not practiced in bits and pieces as suggested by the Pipes at another place to contradict himself and undermine the cause of his "moderate" comrades.

Vol: 13 Regd. No. LRL -50 No. 28

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
E-mail: abidjan@tanzeem.org

The Mistaken Islamism

According to the neo-cons ideology — embraced by the war lords in Washington and the neo-mods of Islam [1] — Muslims are in search of their past glory. In their view, Islam was a religion of success, a winners' religion. [2] Proponents of this theory make the world believe that Muslims are divided because of their perceptions and the methodology they propose for regaining the past glory.

The trauma of Muslims history is said to have begun with Napoleon's landing in Alexandria. It is argued that there have been three main responses to this trauma: "secularism, which means openly learning from the West and reducing Islam to the private sphere; reformism, which means appropriating from the West, saying that the West really derives its strength by stealing from Muslims, therefore Muslims may take back from them, a middle ground; and Islamism, which stressed a return to Islamic ways but in fact takes hugely and covertly from the West — without wanting to, perhaps, but still very much doing so." [3]

Interestingly, the so considered responses are actually some of the basic causes of this trauma. The beginning of Muslims outward downfall actually started in 1492, long before Napoleon's landing in Egypt, when the Amir of Granada, the capital of Muslim-ruled Spain, agreed to a treaty with King Ferdinand & Queen Isabella: that if the Muslims were to submit to the laws of the Church, all of their homes, mosques, madrassas, and institutions of education and learning would be preserved and protected.

This was the beginning of Muslims' shifting their focus and trust from where it should have been. Not surprisingly, within 15 years, every mosque was destroyed, libraries burnt, volumes of Islamic literature lost forever, houses ransacked, Muslim women raped, and entire families burnt at the stake for not professing the Catholic faith in what is now called the Inquisition!

Similarly, the division among Muslims is not a recent phenomenon. It is not the result of responses to the so-called trauma. It is part of the overall strategy to keep Muslims traumatized and weak. The same way, secularism is not a response to the trauma. This is a disease spread among Muslims for what Daniel Pipes clearly calls "reducing Islam to the private sphere." Muslims have seen over 500 years of Secular rule and they are now reaping its rotten fruits.

What the neo-cons call Islamism and define as "an ideology that demands man's complete adherence to the sacred law of Islam" [4] is actually Islam. Living by Islam, which also includes adherence to the sacred law, is one of the basic obligations that make one a Muslim, not an Islamist.

To the contrary, Islamist could either be a Muslim or a non-Muslim because they follow an ideology to confront the fundamentals of Islam as it is. Islamism thus is the a) promotion of the artificial divisions among Muslims; b) blindly following terminologies, theories, definitions and positions outlined by non-Muslims for Muslims, and c) turning Islam — a way of life — into a religion of rituals and an ideology for a compartmentalized life. Islamism is imbued with a deep antagonism towards Muslims and has a particular affinity towards the Western promoters of a war within Islam.

There is no denying the fact that some Muslims are taking extreme positions in their interpretation and practice of Islam. But calling them Islamists and their practice as Islamism does not make any sense at all as long as they are not doing so for obvious personal interests and worldly gains. Even then there is no place for classifying Islam for what a fraction of Muslims might be practicing. Their practice, when proved against the injunctions of the Qur'an and Sunnah, can be called as Bidaa based on grave misconceptions, not bad intentions. They would stand guilty before Allah, but they are not guilty of Islamism as defined in the Western circles.

We need to understand the "-ism" and "ists" in simple words before we apply these suffixes to the complex issues. Margaret H. Parkinson, an expatriate New Zealander associated with Dunedin Methodist, has defined "ists" and "-ism" in a beautiful way. She gave the example of the enormous stretches of tulip fields, spreading like carpet with rows of different colors. There are the occasional yellow tulip scattered among the red or stray pinks and reds among the yellows — apparently "out of sync."

These stray colors are invisible until we focus and specifically look for them. The question that strikes the mind is: Were they accidents or simply "the way things are"? It is very easy to think of differences as mistakes and even crimes when we further zoom into some serious issues.

A yellow tulip among a sea of red? Margaret says: "When reds are majority we tend to ignore yellows, call them weeds and pluck them out, or try to change them to red. Such human tendencies are referred to as ISMs and I call the people suffering from them ISTs."

Being oblivious to the reality and being influenced by the blitz of the Western "mainstream" media we make similar judgments in the life and death matters — such as calling violent reaction and resistance as Jihad when the US wants to dislodge Soviet Union from Afghanistan, but when other try to dislodge the US from Afghanistan and Iraq, it becomes Jihadism.

Any "-ism" thus is based on the ideology of considering others with different opinion as weeds to be plucked out. Forcing Muslims to think of the different among them — particularly those, who look at the US foreign policies with an unfavorable perspective to Washington — as weeds to be labeled as "fundamentalists," "extremists," "radicals," "zealots," and terrorists" and plucked out through any possible means.

This is an "-ism," that could be rightly called "Islamism" because it is proudly promoted in the name of a different Islam — "moderate," "progressive," "liberal," "civil," "democratic Islam." Those who